دفاع سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف : ڈاکٹر فیض احمد چشتی صاحب



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق صحیح عقیدہ اہلسنّت

محترم قارئینِ کرام:

کتب عقائد اہلسنت میں اس بات کی دوٹوک صراحت ہے کہ مشاجرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سکوت کیا جائے گا۔ مولائے کائنات مولا مشکل کشا رضی اللہ تعالی عنہ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ خطا اجتہادی پر تھے کتب عقائد میں تو اسی بات کی صراحت کی گئی ہے۔ یہ عقیدہ تو اہلسنت کی کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے سے سکوت کیا جائے گا۔ ائمہ متقدمین ومتاخرین نے تو آپ کے فضائل میں کتابیں لکھی ہیں۔

حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالی متوفی ۲۸۱ھ نے حلم معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نام سے کتاب لکھی۔

امام محدث ابو عمر محمد بن عبد الواحد غلام ثعلب رحمہ اللہ تعالی متوفی ۳۴۵ھ شیخ القراء ابو بکر النقاش البغدادی متوفی ۳۵۱ نے فضائل معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر کتابیں لکھیں۔

ابو القاسم السقطی رحمہ اللہ تعالی متوفی ۴۰۶ھ نے فضائل معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر ایک جزء لکھا۔

متاخرین میں اہل سنت کے متفقہ امام یعنی امام اہل سنت اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالی نے پانچ کتب لکھیں: البشری العاجلة من تحف آجلہ... الأحاديث الراوية لمدح الأمير معاوية.... عرش الإعزاز والإكرام لأول ملوك الإسلام. ذب الأهواء الواهية في باب الأمير معاوية.. رفع العروش الخاوية من أدب الأمير معاوية۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے فضائل الصحابہ میں اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے جامع ترمذی میں مناقب معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا باب باندھ کر آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت میں حدیثیں ذکر کیں۔ اسی طرح دیگر محدثین نے اپنی کتب میں آپ کے مناقب پر باب باندھے تراجم یعنی حالات زندگی کی کتب میں آپ کے فضائل ذکر کیے گئے۔

کتب عقائد میں تو یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم میں سکوت کیا جائے گا۔ یہ تو کسی عقیدے کی کتاب میں نہیں لکھا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل کو بیان کرنے سے سکوت کیا جائے گا۔ چودہ سو سال کا

عقیدہ جو اہلسنت کا ہے وہ تو اوپر کی کتب سے ہر ایک جان سکتا ہے۔ یہ بالکل نیا عقیدہ بنایا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل بیان کرنے سے سکوت کیا جائے گا۔

حافظ مہنار رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی سے عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ والی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا جو معاویہ بن صالح کی سند سے مروی ہے، جس میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مبارک ناشتے کی طرف بلایا اور میں نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ اس کو یعنی معاویہ کو کتاب وحساب کا علم سکھا اور عذاب سے بچا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہاں یہ حدیث ہے اور یہ حدیث ہمیں عبد الرحمن بن مھدی نے معاویہ بن صالح کے طریق سے بیان کی ہے، مہنا کہتے ہیں میں نے کہا: اہل کوفہ تو اس حصے: ان (معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ) کو کتاب اور حساب کا علم سکھا کو ذکر نہیں کرتے، کیا وہ یہ اس میں قطع وبرید کرتے ہیں؟

امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

عبد الرحمن بن مہدی اس حصے کو (ان کے سامنے) بیان ہی نہیں کرتے تھے، وہ اس حصے کو صرف مجھے ہی بیان کیا کرتے تھے۔ (یعنی یہ فضیلت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اہل کوفہ کے سامنے بیان کرنا ممکن ہی نہیں تھا، اگر ان کے سامنے کے بیان کرتے تو فتنہ برپا ہو جاتا اس لیے وہ میرے سامنے ہی بیان کرتے تھے۔ (المنتخب من العلل للخلال لِلامام ابن القدامۃ المقدسي صفحہ ۲۳۴ رقم ۱۴۱ طبع دار الرأیۃ، چشتی)

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی

جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی خطاء اجتہادی تھی اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ہونے کے ناطے ان پر ملامت، طعن یا تنقید کرنا حرام ہے اور ان کے معاملے میں خاموشی سکوت واجب ہے۔ (اسلام من دین امن ورحمت صفحہ 432)

مجتہد کی غلطی پر بھی اجر ہے ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

یہ صرف مجتہد کی شان کہ اجتہاد صحیح تھا مگر نتیجہ غلط نکلا تو اس کے لیے بھی اجر ہے۔(اقسام بدعت احادیث واقوال ائمہ کی روشنی میں صفحہ 92، چشتی)

مجتہد اگر غلطی کر بیٹھے تو اس کے لیے اجر ہے کیونکہ مومن مجتہد کا ہر فیصلہ ہر صورت باعث اجر ہے۔

(اقسام بدعت احادیث واقوال ائمہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے "شہر اعتکاف" میں تقریر کرتے ہوئے، سارازور اس پر دیا ہے کہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصیدے نہ پڑھے جائیں، ان کا عرس نہ منایا جائے، ان کے متعلق صرف کف لسان کیا جائے۔

جناب من جب آپ خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانتے ہیں اور ذکر صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کرنے کے متعلق آپ نے خود ہی بیان کیا ہے کہ: ہر ایک کو حق حاصل ہے وہ یوم صحابہ و اہلبیت منائے پاک سرزمین اس لیئے ہے کہ یہاں عظمت صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کے ترانے گونجیں صحابہ و اہلبیت کی گستاخی پر خاموش رہنے والے بے غیرت ہیں۔(فلسفہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ صفحہ 271، چشتی)

جب یہ حق ہر ایک کو حاصل ہے تو پھر امیر دعوت اسلامی یا دیگر علمائے اہلسنت کی طرف سے ذکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کرنے پر شہر اعتکاف میں آپ آگ بگولہ کیوں تھے؟

علمائے اہلسنت کو تحقیر آمیز انداز میں ملاّں ملاّں کہہ کر کیوں برستے ہیں؟

اسی انداز میں اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ آئے موجودہ دور کے جدید ملاّں جی آپ کل سچے تھے یا آج؟

اگر آپ کل سچے تھے صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کاذکر کرناہرایک کاحق ہے اور پاک سرزمین اس لیے ہے کہ یہاں صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کے ذکر کے ترانے گونجیں توحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں؟ جبکہ آپ خود انہیں صحابی لکھ چکے اور مانتے ہیں توپھر آپ آگ بگولہ کیوں؟

جناب من آپ نے شہر اعتکاف میں تقریر کرتے ہوئے، سارازور اس پر دیا ہے کہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصیدے نہ پڑھے جائیں، ان کا عرس نہ منایا جائے، ان کے متعلق صرف کف لسان کیاجائے۔

تواس سلسے میں عرض ہے کہ:

(1)

کف لسان کاحکم صرف مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے نہ کہ فضائل بیان کرنے میں نہیں! اگر فضائل بیان کرنے میں کف لسان کاحکم ہوتاتو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک کوئی بھی آپ کے فضائل بیان نہ کرتا۔ جب کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہاومتکلمین، مجددین، صوفیہ وصالحین اور علماے ربانیین نے آپ کے فضائل بیان کیے۔ آپ کی شان میں مستقل کتابیں لکھیں گئیں، اور کتب اسلامیہ میں ابواب باندھے گئے۔

(2)

جناب من آپ نے جوش خطابت میں بات بات پر تیرہ سو سال اور چودہ سو سال کے علمی سرمائے کاحوالہ دیتے ہیں، جواس کلپ میں بھی دیتے نظر آئے؛ لیکن..... اتنانہیں سوچاکہ: مخلوط دھرنے، کرسمس ڈے، طاہری قصیدے اور جملہ اعراس وایام ایک طرف............، اگر کسی نے "شہر اعتکاف" کاہی سوال کرلیاتو تیرہ سو سالہ علمی ذخیرے سے اس کی ایک بھی مثال پیش نہیں کرسکیں گے۔

جناب من حیرت کی بات ہے جب آپ کے والد گرامی فرید ملت کایوم منایاجاسکتاہے توصحابی رسول کاکیوں نہیں؟

آپ کے والدِ گرامی کے نام پر ادارے قائم ہو سکتے ہیں تو آقا کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلّم کے معزز و جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے نام پر مسجدیں کیوں تعمیر نہیں ہو سکتیں؟

اس سلسلہ میں آپ ہی کے ادارہ کے عظیم مفتی جناب مفتی عبد القیوم خان صاحب لکھتے:

حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلّم کے جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی اور اس امت کے ماموں ہیں ان کی شان میں کوئی مسلمان گستاخی نہیں کر سکتا ناصبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اور رافضی حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں دونوں غلط ہیں۔ (ماہنامہ منہاج القرآن جنوری 2013، چشتی) منہاج کے پردے میں چھپے بعض سنی نما رافضیوں کے لیئے مفتی منہاج القرآن کا فتویٰ قابل غور ہے۔

ان کے جلسے جلوسوں میں تصویریں اور جھنڈے بلند کیے جا سکتے ہیں تو صحابیِ رسول کی تعظیم کے لیے جھنڈا کیوں بلند نہیں کیا جا سکتا؟

کیا ان کے جملہ اعمال و افعال قرونِ اولیٰ کی یادگار ہیں، اور صحابیِ رسول کے عرس، جھنڈوں اور قصیدوں کا کہیں نام و نشان تک نہیں؟

(3)

وہ کون سا سُنی ہے جو سیدنا علی کریم کے مقام رفیع سے آگاہ نہ ہو..........، بات صرف اتنی ہے کہ ڈاکٹر صاحب سنیوں کو مولا علی پاک کے نام پر بلیک میل کرنا چاہتے ہیں، جیسے دھرنے میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید ملعون کے نام پر لوگوں کو بلیک میل کرتے رہے۔

ان کا مقصد صرف ذکرِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روکنا اور صحاح کی اس حدیث: لا تذکروا معاویۃ الا بخیر" کی مخالفت کرنا ہے؛ چاہے انہیں کفنوں کی نمائش کرنی پڑے، یا گہرے گڑھے کھودنے پڑیں۔

(4)

بڑھاپے اور پے در پے ناکامیوں کی وجہ سے سٹھیا جانا کوئی بڑی بات نہیں۔۔۔۔۔

ڈاکٹر صاحب کے محبین و متوسلین سے گزارش ہے کہ انہیں امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسالیب البدیعہ پڑھنے کے لیے دیں، تاکہ ان کا زاویہ نظر درست ہو سکے، اور یہ جان سکیں کہ علماے امت نے صرف تکفیر و تفسیق سے ہی منع نہیں کیا، کچھ اور بھی کہا ہے۔

جناب من آپ مزید بیان فرماتے ہیں کہ: صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کے ذکر پر جس کی پیشانی پر بل پڑ جائیں تو یہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی پہچان ہے جو راہ اعتدال چھوڑ چکے ہیں۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 263، چشتی)

جناب من آپ مزید بیان فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کفر منسوب کرنے والا ان کو گالی دینے والا اشارہ یا کنایہ سے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 270)۔ (آج آپ کے خطاب کے بعد کتنے ہی آپ کے فلاورز ہیں جو یہ سب کچھ کر رہے بقول آپ کے یہ آپ کے فلاورز مسلمان رہے کہ نہیں؟)

:جناب من آپ مزید بیان فرماتے ہیں کہ تفضیلیوں کے نام حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا پیغام: فرمان حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ہوشیار میرے حق میں دو گروہ ہلاک ہونگے ایک محبت میں میرا مرتبہ بڑھانے والے دوسرے بغض رکھنے والے۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 262)۔ (کاش آپ کے فلاورز آپ ہی کے اس بیان کو سمجھتے اور عمل کرتے)

جناب من آپ مزید بیان فرماتے ہیں کہ:

ہمارا مطالبہ ہے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اور گستاخِ صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کو پھانسی دی جائے ایسے شیطان کو جینے کا حق نہیں ہے۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 271، شیخ الاسلام منہاج القرآن)

جناب من آج آپ کے بیان کی روشنی میں ہمارا بھی یہی مطالبہ ہے صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کو پھانسیاں دی جائیں کیا فرماتے ہیں آپ جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اس سلسلہ میں ؟یاد رہے آپ خود اور آپ کے ادارہ کے مفتی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں ؟

مشاجرات صحابہ وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے متعلق کفِ لسان کا مفہوم:

محترم قارئین کرام:

کف لسان کا حکم صرف مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے ، فضائل بیان کرنے میں نہیں !اگر فضائل بیان کرنے میں کف لسان کا حکم ہوتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک کوئی بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان نہ کرتا۔جب کہ صحابہ ، تابعین ، تبع تابعین ،فقہاو متکلمین ، مجددین ، صوفیہ و صالحین اور علماے ربانیین نے آپ کے فضائل بیان کیے ۔ آپ کی شان میں مستقل کتابیں لکھیں گئیں ، اور کتب اسلامیہ میں ابواب باندھے گئے۔ یہ عقیدہ تو اہلسنت کی کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل بیان کرنے سے سکوت کیا جائے گا۔ ائمہ متقدمین ومتاخرین نے تو آپ کے فضائل میں کتابیں لکھی ہیں۔

حافظ ابو بکر بن ابی الدنیار حمہ اللہ تعالی متوفی ۲۸۱ھ نے حلم معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے نام سے کتاب لکھی۔

امام محدث ابو عمر محمد بن عبد الواحد غلام ثعلب رحمہ اللہ تعالی متوفی ۳۴۵ھ شیخ القراء ابو بکر النقاش البغدادی متوفی ۳۵۱ نے فضائل معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر کتابیں لکھیں۔

ابو القاسم السقطی رحمہ اللہ تعالی متوفی ۴۰۶ھ نے فضائل معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر ایک جزء لکھا۔

متاخرین میں اہل سنت کے متفقہ امام یعنی امام اہل سنت اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالی نے پانچ کتب لکھیں

البشری العاجلة من تحف أجله... الأحادیث الراویة لمدح الأمیر معاویة.... عرش الإعزاز والإکرام لأول ملوک الإسلام. ذب الأھواء الواھیة في باب الأمیر معاویة.. رفع العروش الخاویة من أدب الأمیر معاویة۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے فضائل الصحابہ میں اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے جامع ترمذی میں مناقب معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا باب باندھ کر آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت میں حدیثیں ذکر کیں۔ اسی طرح دیگر محدثین نے اپنی کتب میں آپ کے مناقب پر باب باندھے تراجم یعنی حالات زندگی کی کتب میں آپ کے فضائل ذکر کیے گئے۔

کتب عقائد میں تو یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم میں سکوت کیا جائے گا۔ یہ تو کسی عقیدے کی کتاب میں نہیں لکھا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل کو بیان کرنے سے سکوت کیا جائے گا۔ چودہ سو سال کا عقیدہ جو اہلسنت کا ہے وہ تو اوپر کی کتب سے ہر ایک جان سکتا ہے۔ یہ بالکل نیا عقیدہ بنایا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل بیان کرنے سے سکوت کیا جائے گا۔

حافظ مہنا رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی سے عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ والی اس حدیث کے بارے میں سوال کیا جو معاویہ بن صالح کی سند سے مروی ہے، جس میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مبارک ناشتے کی طرف بلایا اور میں نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ اس کو یعنی معاویہ کو کتاب وحساب کا علم سکھا اور عذاب سے بچا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہاں یہ حدیث ہے اور یہ حدیث ہمیں عبد الرحمن بن مھدی نے معاویہ بن صالح کے طریق سے بیان کی ہے، مہنا کہتے ہیں میں نے کہا: اہل کوفہ تو اس حصے: ان (معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ) کو کتاب اور حساب کا علم سکھا کو ذکر نہیں کرتے، کیا وہ یہ اس میں قطع وبرید کرتے ہیں؟

امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: عبد الرحمن بن مہدی اس حصے کو (ان کے سامنے) بیان ہی نہیں کرتے تھے، وہ اس حصے کو صرف مجھے ہی بیان کیا کرتے تھے۔ (یعنی یہ فضیلت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اہل کوفہ کے سامنے بیان کرنا ممکن ہی نہیں تھا، اگر ان کے سامنے کے بیان کرتے تو فتنہ برپا ہو جاتا اس لیے وہ میرے سامنے ہی بیان کرتے تھے۔ (المنتخب من العلل للخلال للإمام ابن القدامۃ المقدسي صفحہ ۲۳۴ رقم ۱۴۱ طبع دار الرایۃ، چشتی)

دشمنان دین نے بھی سب سے پہلے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کے مقدس کردار کو داغدار کرنے کے لیئے ہر قسم کے حربے اختیار کیے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان کا یہ واسطہ کمزور پڑ جائے اور یوں بغیر کسی محنت کے اسلام کا یہ دینی سرمایا خود بخود زمین بوس ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعناد کے اظہار اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے بھی ان دشمنان دین نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہدف تنقید بنایا۔

مدینہ طیبہ کے گورنر عبد اللہ بن مصعب فرماتے ہیں کہ خلیفہ مہدی نے مجھ سے پوچھا کہ جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص کرتے ہیں ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: وہ زندیق ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنے کی تو ان میں ہمت نہ تھی انہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص بیان کرنا شروع کر دی۔ گویا وہ یوں کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم برے لوگوں کے ساتھ رہتے تھے۔ (تعجیل المنفعۃ :ص 271)۔ (خطیب بغدادی (م 463ھ) نے یہی واقعہ کچھ تفصیل سے تاریخ بغداد (ج 8 ص 220) میں بیان کیا ہے۔

اس تفصیل سے بعض صحابہ کرام اور ان کے بارے میں لب کشائی کا پس منظر واضح ہو جاتا ہے مگر دشمنان اسلام اپنی تمام تدبیروں کے باوجود اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور اللہ کے مقرر کردہ اس طبقہ کی عدالت وصداقت کو داغدار نہ کر سکے اور محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بیک زبان "الصحابۃ کلھم عدول" کی ایسی صدا بلند کی کہ اس کے مقابلے میں تمام کوششیں ہیچ ثابت ہوئیں۔

اوائل میں اسلام دشمنی کے اس محاذ پر ابن سبا کی ذریت تھی، رفتہ رفتہ اس میں بعض فرقوں نے بھی حصہ لیا۔

آخری دور میں مستشرقین اور ان کی معنوی اولاد نے بھی اس میں بھرپور کردار ادا کیا مگر علمائے حق نے ہر دور میں اس فتنہ کا تعاقب کیا اور دفاع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حق ادا کیا۔

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ائمہ حضرات کی آراء

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م150ھ) کا موقف:

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی من جملہ تصانیف میں ایک کتاب "الفقہ الاکبر" بھی ہے۔ اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں: تولاہم جمیعا. ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک نسخہ میں آخری الفاظ یوں ہیں: ولا نذکر احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بخیر. ہم سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور کسی بھی صحابی کا ذکر بھلائی کے بغیر نہیں کرتے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے شرح میں رقم طراز ہیں:

یعنی وان صدر علی بعضہم بعض ماہو فی الصورۃ شر فانہ اما کان عن اجتہاد ولم یکن علی وجہ فساد من احرار وعناد بل کان رجوعہم عنہ الی خیر میعاد بناء علی حسن ظن بہم.

(شرح الفقہ الاکبر ص 153 اردو مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یعنی گو بعض صحابہ کرام سے صورۃً شر صادر ہوا ہے مگر وہ کسی فساد یا عناد کے نتیجہ میں نہ تھا بلکہ اجتہاد کی بناء پر ایسا ہوا اور ان کا شر سے رجوع بہتر انجام کی طرف تھا ان سے حسن ظن کا بھی یہی تقاضا ہے۔

الفقہ الاکبر کے ایک اور شارح علامہ ابو المنتہی احمد بن محمد المگنیساوی لکھتے ہیں:

اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ تزکیۃ جمیع الصحابۃ والثناء علیہم کما اثنی اللہ ورسولہ علیہم وما جری بین علی و معاویۃ کان مبنیا علی الاجتہاد. (شرح الفقہ الاکبر مطبوعہ مجموعۃ الرسائل السبعہ حیدر آباد دکن 1948، چشتی)

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم کی جائے اور ان کی اسی طرح تعریف کی جائے جیسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور جو حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان لڑائی ہوئی وہ اجتہاد کی بناء پر تھی۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م 181ھ) کا فرمان: مشہور محدث، فقیہ، مجاہد اور زاہد امام عبداللہ بن مبارک اس سلسلے میں کس قدر محتاط تھے، اس کا اندازہ ان کے حسب ذیل قول سے لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں: السیف الذی وقع بین الصحابۃ فتنۃ ولا اقول لاحد منہم مفتون. (السیر ج8ص405)

ترجمہ: **صحابہ کے مابین چلنے والی تلوار فتنہ تھی مگر میں ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہوگئے تھے۔**

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(اس پاک فرقہ اہل سنّت وجماعت
نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل وثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اوران (مشاجرات ونزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہلسنت وجماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (غوایت واہل) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کرکے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے (فتاویٰ رضویہ جلد 29ص58، چشتی)

مشاجرات صحابہ کرام حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیئے۔ (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے، اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ وزبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولٰی علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم)ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولٰی علی (مانتے) اور ان سب کو مورد لغزش) بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللّٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل واعلٰی جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب وفضائل میں مروی ہیں) زبان طعن وتشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔ اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنٰی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المومنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب رفیع اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاش! یہ اللہ ورسول کی جناب میں گستاخی ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد29 ص61)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو باہمی نزاعات اور مشاجرات ہوئے ہیں ان پر لب کشائی ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ تمام صحابہ کرام اسلام کے لیے مخلص، اور حق گوئی وحق طلبی کے لیے کوشاں تھے۔ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحث وتکرار سے گریز کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے خود کو شیطان کے حوالے کرنے کے اور کچھ نہیں ہے، علمائے امت نے بتکرار اس سے خبردار کیا ہے۔ ہم صحبتِ رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشّرف اور قابلِ صد احترام ہستیوں کو حق اور ناحق کے پلڑوں میں رکھنے کی جرات نہیں کرسکتے۔ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ میرے تمام صحابہ عادل ہیں۔ عدالتِ صحابہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان سے بشری غلطیاں بالکل سرزد نہیں ہوئیں یا ان سے خطاؤں کا قطعاً وقوع نہیں ہوا، یہ خاصہ ومنصب تو انبیا علیہم السلام کا ہے، صحابہ کرام کا نہیں۔ بلکہ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ان سے بشری غلطیوں کا صدور ہوا ہے، مگر جب ان کو متنبہ کیا گیا

توفوراًوہ اس سے تائب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کی ضمانت لی ہے۔ جہاں تک اجتہادی خطاؤں کے صدور کا سوال ہے تو اس کے وقوع سے بھی کسی کو انکار نہیں۔ امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (المتوفی 676ھ) شرح صحیح مسلم میں رقم طراز ہیں: ومذہب أھل السنۃ والحق إحسان الظن بھم والإمساک عما شجر بینھم وتاویل قتالھم، وإنھم مجتھدون متأولون لم یقصدوا معصیۃ ولا محض الدنیا، بل اعتقدوا کل فریق أنہ المحق ومخالفہ باغ فوجب قتالہ لیرجع الی أمر اللہ، وکان بعضھم مصیباً وبعضھم مخطئاً معذوراً في الخطأ لأنہ باجتھاد والمجتھد إذا أخطألا إثم علیہ وکان علی رضی اللہ عنہ ھوالمحق المصیب في ذلک الحروب ھذا مذھب أھل السنۃ وکانت القضایامشتبۃ حتی أن جماعۃ من الصحابۃ تحیروافیھافاعتزلواالطائفتین ولم یقاتلواولوتیقنواالصواب لم یتأخرواعن مساعدتہ۔

ترجمہ: اہل سنت اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔ وہ بلاشبہ سب مجتہد اور صاحب رائے تھے معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے، مگر خطا کے باوجود وہ معذور تھے کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں ہوتا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے اہل سنت کا یہی موقف ہے، یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جامعت اس پر حیران و پریشان تھی جس کی بنا پر وہ فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں انہوں نے حصہ نہیں لیا، اگر انہیں صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاونت سے پیچھے نہ رہتے۔ (شرح صحیح مسلم، 390:2، کتاب الفتن، چشتی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو باہمی نزاعات اور مشاجرات ہوئے ہیں ان پر لب کشائی ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ تمام صحابہ کرام اسلام کے لیے مخلص، اور حق گوئی و حق طلبی کے لیے کوشاں تھے۔ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحث و تکرار سے گریز کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے خود کو شیطان کے حوالے

کرنے کے اور کچھ نہیں ہے، علمائے امت نے بتکرار اس سے خبر دار کیا ہے۔ ہم صحبتِ رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشّرف اور قابلِ صد احترام ہستیوں کو حق اور ناحق کے پلڑوں میں رکھنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ میرے تمام صحابہ عادل ہیں۔ عدالتِ صحابہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان سے بشری غلطیاں بالکل سرزد نہیں ہوئیں یا ان سے خطاؤں کا قطعاً وقوع نہیں ہوا، یہ خاصہ ومنصب تو انبیا علیہم السلام کا ہے، صحابہ کرام کا نہیں۔ بلکہ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ان سے بشری غلطیوں کا صدور ہوا ہے، مگر جب ان کو متنبہ کیا گیا تو فوراً وہ اس سے تائب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کی ضمانت لی ہے۔ جہاں تک اجتہادی خطاؤں کے صدور کا سوال ہے تو اس کے وقوع سے بھی کسی کو انکار نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان
واقع ہوئے ہیں، نیک محمل پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا وتعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل واجتہاد پر مبنی تھیں، نہ کہ ہوا وہوس پر۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مکتوباتِ امام ربانی مکتوب نمبر 251، دفتر اول)

مزید فرماتے ہیں: یہ اکابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے ہوا وہوس، کینہ وحرص سے پاک صاف ہوگئے تھے۔ ان حضرات کے اختلافات کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہیے۔ (مکتوباتِ امام ربانی مکتوب نمبر 67 دفتر دوم)

اس کے برخلاف بدگوئی وفضول گوئی پھوٹ پیدا کرتی ہے، جو شیطان کا کام ہے، وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں غصہ، نفرت، عداوت، کینہ، حسد، نفاق کے بیج بوتا ہے۔

حضرات امیر معاویہ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ کی سزا

محترم قارئین کرام

اَبدال ، اولیاء اللہ کی وہ قسم ہے جس کی برکت سے بارش برستی اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے ۔ ثقہ محدث امام محمد بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے زمانے کے ابدال تھے ، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی زیارت کی ، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ساتھ خلفائے اربعہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنھم بھی تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے پاس راشد کندی نامی ایک شخص آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم یہ ہماری تنقیص کرتا ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اُسے جھڑکا تو وہ کہنے لگا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم میں اِن کی نہیں ، صرف معاویہ کی تنقیص کرتا ہوں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے) اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر (تین مرتبہ فرمایا : ویلک اولیس من اصحابی ۔ تیرا ناس ہوجائے ، کیا معاویہ میرے صحابی نہیں ؟ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے سیدنا معاویہ کو نیزہ دے کرفرمایا : یہ اس کے سینے میں مارو ! آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نیزہ دے مارا ۔ حضرت محمد بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ صبح راشد کندی کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا وہ مرگیا ہے ، اسے رات کو کسی نے ذبح کردیا تھا ۔ البدایۃ والنھایۃ ، ترجمۃ معاویۃ وذکر شئ من ایامہ ....ج 8 ، ص149 ، داراحیاءالتراث العربی بیروت ،1408 ھ، مختصر تاریخ دمشق ، معاویۃ بن صخر ....ج 25، ص 76 ، دارالفکر دمشق ،1420 ھ

حضرت قطب ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

جس نے اللہ تعالٰی کے ولی کی توہین کی اس کے
دل میں زہر آلود تیر پیوست کردیا جاتا ہے ، اور وہ نہیں مرتا ، حتی کہ اس کا عقیدہ فساد کی نذر ہو جاتا ہے ، اور اس پر برے خاتمے کا خوف ہوتا ہے ۔(الیواقیت الجواہر ، مترجم صفحہ نمبر67)

جب اولیاء اللہ کی توہین کا یہ عالم ہے تو تمام ولیوں سے افضل ہستیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخوں اور بے ادبوں کا کیا انجام ہوگا یہ خود ہی اندازہ کرلیں ۔ جنابِ من حاجی ہو محدث ہو حافظ ہو مقرب ہو عالم ہو قاری ہو شیخ ہو مفکر ہو مصنف ہو یا ولی اللہ ہو ایک بھی صحابی کا ہلکا سا بغض دل میں لیئے مر گئے تو جہنم تمہاری منزل ہوگی ۔

ربیع ابن نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے درمیان پردہ ہیں، جو یہ پردہ چاک کرے گا ، وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ، پر لعن طعن کی جرات کر سکے گا ۔ (مختصر تاریخ دمشق،25/74)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

معلوم ہونا چاہیے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے اصحاب میں سے ہیں اور فضیلت جلیلہ کے حامل اصحاب میں شامل ہیں ، خبردار ! معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور سب و طعن میں پڑ کر حرام فعل کا ارتکاب نہ کرنا ۔(ازالۃ الخفا، ص۱۴۶)

جب سیدنا عثمان غنی ، سیدنا امیر معاویہ اور اکابر بنی امیہ سے متعلق تاریخی کتابوں میں یہ پاکیزہ مواد بھی موجود ہے تو آخر اس کو نظر انداز کر کے بعض لوگوں نے صرف اس مواد کو جمع کرنے کی کوشش کیوں فرمائی جس سے ان جلیل القدر صحابیوں کی تنقیص ہو سکے ، آخر یہ مطالعہ تاریخ کا کون سا انداز

ہے کہ غلاظت پسند مکھی کی طرح صرف انہی گندے چھینٹوں پر آدمی کی نظر پڑے جو کسی مفتری نے ہمارے پاکیزہ خصائل اسلاف کے دامن پر اڑائے ہوں ۔) سیدنا معاویہ شخصیت اور کردار،ج:۲، ص:۱۰(

جو حضرت امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں سے ایک کُتا ہے

امام شہاب الدین خفاجی رحمۃُ اللہ علیہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ میں فرمایا: ومن یکون یطعن فی معٰویۃ فذالک کلب من کلاب الھاویۃ ۔

ترجمہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں سے ایک کُتا ہے ۔ (نسیم الریاض جز رابع صفحہ 525 مطبوعہ دارالکتب علمیہ بیروت لبنان)

امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے ۔(فتاویٰ رضویہ جلد 29صفحہ 264 ۔ امام اہلسنت اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرنے والا جہنّمی کتوں میں سے ایک کتا ہے اور بد تر خبیث تبرائی رافضی ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے ۔) احکام شریعت صفحہ نمبر 120 ، 121 (

امام المفسرین علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے اس لئے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرز عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور ان سب کا مقصد اللہ کی خوشنودی تھی یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں اور

ہمیں حکم ہے ان کے باہمی اختلافات میں کف لسان کریں اورہمیشہ ان کا ذکر بہتر طریقہ پر کریں ، کیونکہ صحابیت بڑی حرمت) وعظمت (کی چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے انہیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے ۔ (تفسیر قرطبی جلد نمبر ١٦، ص:٣٢٢)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ کی سزا و شرعی حکم

محترم قارئینِ کرام : حضرت سیّدنا مولا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا: مَنْ سَبَّ الأنبیاَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أصْحَابِي جُلِدَ ۔

ترجمہ : جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی ، اسے کوڑے مارے جائیں گے ۔) المعجم الصغیر طبرانی مترجم اردو حدیث نمبر928 ،چشتی(،)الصارم المسلول صفحہ نمبر(92 ،)احکام اہل الذمہ لابن قیم1 /(275،)کتاب الشفاء جلد دوئم صفحہ نمبر(223

حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس اُمّت میں سب سے افضل ہیں ۔ ان کے گستاخ کو توبہ نصیب نہیں ہوگی ، میں اُن کے گستاخ سے بری الذمہ ہوں ۔) کنزُ العُمّال عربی الجزء الثالث عشر صفحہ نمبر 8 مطبوعہ مؤسستہ الرّسالہ(،)کنزُ العُمّال مترجم اردو جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 17 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

امام عاصم الاحوال رحمۃ اللہ علیہ) المتوفی : ١٤٢ھ (جو مدائن شہر کے قاضی بھی رہے ہیں وہ فرماتے ہیں : میرے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی ، میں نے اسے دس کوڑے لگائے ، اس نے دوبارہ گالی دی میں نے دس کوڑے مزید لگائے ، پھر وہ دوبارہ ایسا کرتا رہا حتی کہ میں نے اسے ستر کوڑے مارے ۔ (العلل و معرفۃ الرجال لاحمد : ٤٢٨/١ ح : ٩٤٨ وسندہ صحیح)

ابراھیم بن میسرہ بیان کرتے ہیں : میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کسی انسان کو مارا ہو سوائے ایک شخص کے جس نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے ۔(شرح اعتقاد أھل السنۃ للالکائی 2385 : وسندہ حسن)

ابو الفتوح عز الدین) المتوفی : ۶۵۳ھ (جو کہ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے تھے انہوں نے ایک رافضی النّجیب یَحْیَی بْنَ أحمد الحلي ابن العُود کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے کی وجہ سے گدھے پر بٹھا کر حلب شہر کا چکر لگوایا تھا ۔ (تاریخ الإسلام للذھبي : ۱۴/۷۴۹)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدنا ابراھیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں : میرے ایام شباب میں میرے پاس مغیرہ بن سعید آیا ، میں چونکہ جوانی میں شکل و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بہت مشابہت رکھتا تھا، تو اس نے میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے رشتہ داری ، آپ سے مشابہت اور میرے متعلق اپنی خواہشات کا اظہار کیا، پھر اس نے سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا تو ان پر لعنت کی اور اعلان براءت کیا ، میں نے کہا : اے اللہ کے دشمن !میرے سامنے تو ایسا کرتا ہے ؟ فرماتے ہیں : میں نے بڑی مضبوطی سے اس کا گلہ دبا دیا ۔) راوی کہتے ہیں (میں نے پوچھا : گلہ دبانے کا مطلب کہ آپ نے اسے باتوں سے چپ کرا دیا ؟ فرمایا : نہیں بلکہ میں نے اس کا گلہ اتنی مضبوطی سے دبایا کہ اس کی زبان باہر نکل آئی تھی ۔) کتاب الضعفاء للعقیلی : ۴/۱۷۹ وسندہ صحیح)(میزان الاعتدال للذھبي و نسبہ البعض الي الحسن بن الحسن بن علي رحمۃ اللہ علیہ انظر تاریخ الإسلام و سیر أعلام النبلاء للذھبي(

یاد رہے کہ یہ وہی مغیرہ بن سعید ہے ، جو نہایت برے عقائد و نظریات کا مالک تھا ، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کا نام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں : لعنہ اللہ ۔ تاریخ الإسلام للذہبي : ۳/۳۱۷

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : اس مغیرہ بن سعید سے بڑا لعنتی پورے کوفے میں نہیں تھا ۔ (الکامل في ضعفاء الرجال : ۸/۷۳)

حافظ ابن حزم نے بھی اس کے متعلق کہا : لعنہ اللہ ۔ الفصل فی الملل والأھواء و النحل : ۴/۱۴۱

محترم قارئین کرام : صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے : **مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ الخ ۔۔۔**

ترجمہ : جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرے تومیں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتاہوں ۔(صحیح بخاری شریف ،کتاب الرقاق باب التواضع حدیث نمبر 6502)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا ولی کون ہوسکتا ہے ؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حب علی رضی اللہ عنہ والے دل میں بغض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت تو صحابہ و ال رسول رضی اللہ عنہم کا غلام بننے کا درس دیتی ہے ۔ اور ان لوگوں کیلئے بھی لمحہ فکریہ ہے جوکہ اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں لیکن اپنے دلوں میں منکرین صحابہ کیلئے محبت بھی رکھتے ہیں ۔ کہیں منکرین صحابہ کی نحوست تمہیں بھی برباد نا کر دے اور جسطرح بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کے سبب اللہ نے ن سے توبہ کی توفیق سلب کرلی تمھارے ساتھ بھی یہی معاملہ نا ہو ۔

صحیح بخاری و مسلم شریف میں ایک ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم یوں ہے **"میرے صحابہ کو گالیاں مت دو ، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ،تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی راہ ِ للہ خرچ کردے تو میرے صحابہ کے ایک مٹھی دانے صدقہ کرنے بلکہ اس سے آدھے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا"** طبرانی میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ہے **"جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں ، اس پر اللہ تعالیٰ ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو "**ایک اور حدیث میں ہے **"جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں ، اس نے مجھے گالیاں دیں اور جس نے مجھے گالیاں دیں ، اس نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں ۔**

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا : عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي .فَلَوْ أَنَّ أَحَدَکُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيْفَهُ ۔

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : میرے صحابہ کو برا مت کہو، پس اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تب بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ۔) بخاري في الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : لو کنت متخذا خليلا، / 3 1343، الرقم3470 : ،شتی)(والترمذي في السنن، کتاب المناقب، باب(59) : ،695 / 5 ، الرقم : 3861، وأبو داود في السنن، کتاب السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول ا للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،214 / 4 ، الرقم(4658 :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ ﷲِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَو أَنَّ أَحَدَکُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَکَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ ۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے صحابہ گالی مت دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے !اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر نہیں پہنچ سکتا ۔) مسلم في الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب تحریم سبّ الصحابۃ،1967 / 4 ، الرقم2540 : ، والنسائي في السنن الکبری،84 / 5 ، الرقم : 8309، وابن ماجہ في السنن، المقدمۃ، باب فضل أهل بدر،57 / 1 ، الرقم161 : ،چشتی(

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا : **اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا :لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ ۔**

ترجمہ : جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سےجو بُرا) یعنی صحابہ کو بُرا کہتا (ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے ۔(ترمذی، باب فیمن سب أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۸۶۶)

غرض آیات ِ قرآنیہ اور اِن احادی‌ث ِ نبویہ کے پیش ِ نظر اہل ِ علم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا کفر قرار دیا ہے ۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے : ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر کافر ہے ۔ حضرت علی، طلحہ، زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہنے والے کو کافر کہنا واجب ہے ۔(فتاویٰ بزازیہ:۳/۳۱۸،چشتی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ : شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں" :جو شخص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے، کیونکہ ان دونوں کی خلافت پر تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے) شرح فقہ اکبر:۱۹۸

حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ : مختلف مکتوبات میں روافض کو کافر فرماتے ہیں، ایک رسالہ مستقل ان پر لکھا ہے جس کا نام رد روافض ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں" :اس میں شک نہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما صحابہ میں سب سے افضل ہیں، پس یہ بات ظاہر ہے کہ ان کو کافر کہنا ان کی کمی بیان کرنا کفر و زندیقیت اور گمراہی کا باعث ہے ۔ (ردّ روافض:۳۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے : روافض اگر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کریں اور ان پر لعنت کریں تو کافر کافر ہیں، روافض دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور کافر ہیں اور ان کے احکام وہ ہیں جو شریعت میں مرتدین کے ہیں ۔ فتاویٰ عالمگیری:۲/۲۶۸،چشتی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ اپنی کتاب مسویٰ شرح مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ : اگر کوئی خود کو مسلمان کہتا ہے لیکن بعض ایسی دینی حقیقتوں کی جن کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے قطعی ہے ایسی تشریح و تاویل کرتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رضی اللہ عنہم اور اجماعِ امت کے خلاف ہے تو اس زندیق کہا جائے گا اور وہ لوگ زندیق ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اہل جنت میں سے نہیں ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے بعد کسی کو نبی نہ کہا جائے گا ، لیکن نبوت کی جو حقیقت کسی انسان کا اللہ کی طرف سے مبعوث ہونا ، اس کی اطاعت کا فرض ہونا اور اس کا معصوم ہونا ، یہ سب ہمارے اماموں کو حاصل ہے ، تو یہ عقیدہ رکھنے والے زندیق ہیں اور جمہور متاخرین حنفیہ، شافعیہ کا اتفاق ہے کہ یہ واجب القتل ہیں ۔ مسویٰ شرح مؤطا محمد

درّ مختار میں ہے : ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو برا بھلا کہنے والا یا ان میں سے کسی ایک پر طعن کرنے والا کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی ۔(در مختار)

علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں : جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے تو اس کے کفر میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ۔ شامی:۲/۲۹۴،چشتی

جس نے تمام صحابہ یا اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر ، مرتد اور فاسق کہہ کر گالی دی ایسے شخص کے کافر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ، اس لئے کہ قرآن وسنت کے ناقلین کو کافر یا فاسق کہنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسے قرآن اور حدیث میں شک ہے ، ناقلین پر افتراء پردازی کا مطلب ہے کہ منقول)قرآن وسنت (بھی جھوٹا ہے ، جب کہ قرآن نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں قصیدے پڑھے ہیں اور اللہ اُن سے راضی ہوچکا ہے ۔ قرآن اور احادیث کے نصوص سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر قطعی دلالت کرتا ہے ۔) الرد علی الرافضۃ:۱۹ (، تو جس نے قطعیت کا انکار کیا وہ کافر ہوگیا ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کا مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو ایذاء پہنچانا ہے ، اس لئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے خواص ، محبوب اور ساتھی تھے ، اور کسی کے محبوب و خواص کو گالی دینے پر اُسے تکلیف پہنچے گی ہی ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو تکلیف دینا کفر ہے ۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس قسم کا حکم بیان کیا ہے : جو اپنے گمان میں اس قدر تجاوز کرجائے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے انتقال کے بعد چند صحابۂ کرام کو چھوڑ کر سب مرتد ہوگئے تھے ، یا ان

کی اکثریت فاسق ہوگئی تھی ، تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ، اس لئے کہ اس نے قرآن کے نصوص کو جھٹلایا ، جو ان کی فضیلت میں کئی جگہ وارد ہیں ، جیسے اللہ کا اُن سے راضی ہوجانا ، اُن کی مدح و ثناء بیان کرنا ، تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ خود کافر ہے ۔ ابن تیمیہ نے آگے لکھا : کہ ایسے لوگوں کا یہ کفر دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں لازما جانا جائے ۔ الصارم المسلول :۵۸۶

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں : کہ علماء کا اختلاف بعض صحابہ کو گالی دینے کے سلسلے میں ہے کہ وہ کافر ہے یا نہیں ؟ لیکن تمام صحابہ کو گالی دینے والایقیناکافر ہے ۔الصواعق المحرقۃ :۳۷۹

مذکورہ دلائل کی توضیح کے ساتھ یہاں بعض علماء کے دوسرے تفصیلی دلائل بیان کئے جارہے ہیں:

سورۂ فتح کی آخری آیت(محمد رسول اللہ والذین معہ ۔۔الی ۔۔لیغیظ بہم الکفار)امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو صحابہ سے بغض رکھے وہ کافر ہے ، ایسے لوگوں سے صحابہ خود بغض رکھتے تھے ، اور صحابہ جس سے نفرت کریں ، وہ کافر ہے ، امام شافعی اور دوسرے علماء کا بھی یہی موقف ہے ۔(الصواعق المحرقۃ،ص :۳۱۷،چشتی)

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبے ایک شخص کو دُرّے لگائے جس نے اُن کو ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی تھی،اور پھر عمر نے فرمایا تھا" : ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں ، فلاں فلاں چیزوں میں ۔۔۔ "پھر کہا : جو اس کے خلاف کہے گا ، اُس پر ہم حد نافذ کریں گے جیسا کہ اُس جھوٹے کو دُرّے لگائے گئے ۔ فضائل الصحابۃ للامام أحمد :۱/۳۰۰

اسی طرح امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ کو کوئی بھی ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے ، ورنہ میں اُس پر افتراء پردازی کی حد نافذ کروں گا ۔) فضائل الصحابة للامام أحمد :۱/ ۸۳(

جب دو خلیفۂ راشد عمر و علی رضی اللہ عنہما اُن لوگوں پر افتراء پردازی کی حد نافذ کرنے کا عزم کرتے ہیں جو علی کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم پر ترجیح دیتے ہیں یا جو عمر کو ابو بکر پر فوقیت دیتے ہیں ۔ حالانکہ محض افضلیت کو اوپر نیچے کرنے میں نہ کوئی عیب ہے اور نہ ہی گالی ۔ تو اندازہ لگائیں کہ گالی کی سزا ان دونوں کے نزدیک کتنی بھاری رہی ہوگی ۔ الصارم المسلول،ص:۵۸۶

حضرت سحنون رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے ابوبکر ، عمر ، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے بارے یہ کہا : کہ وہ لوگ گمراہی اور کفر کی راہ پر تھے ، وہ واجب القتل ہے ، ان کے علاوہ اگر دوسرے صحابہ کو بھی گالی دی گئی تو اُسے سخت سزا دی جائے گی ۔ الشفاء للقاضی عیاض ۱۱۰۹/۲

ہشام بن عمار کہتے ہیں : میں نے امام مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا جو ابو بکر و عمر کو گالی دے اُسے قتل کردیا جائے گا ، جو ام المؤمنین عائشہ کو گالی دے ، وہ بھی واجب القتل ہے ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے) یعظکم اللہ أن تعودوا لمثلہ ، أبدا ان کنتم مؤمنین (،) النور:۱۷ (اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا ، اگر تم سچے مؤمن ہو ۔ تو جس نے عائشہ کو متہم کیا ، اُس نے قرآن کی خلاف ورزی کی ، اور قرآن کی خلاف ورزی کرنے والا قتل کردیا جائے گا ۔ الصواعق المحرقۃ، صفحہ نمبر ۳۸۴،چشتی

امام ہیثمی لکھتے ہیں : جو لوگ ابو بکر اور ان کے ہمراہی کو کافر قرار دیتے ہیں ، جن کے لئے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے جنت کی بشارت دی ہے ۔ الصواعق المحرقہ صفحہ نمبر ۳۸۵

علامہ خرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں : جس نے حضرت عائشہ پر ایسی تہمت لگائی ، جس سے اللہ نے ان کی برأت فرمائی ہے ، یا جو لوگ ابو بکر کی صحابیت ، یا عشرۂ مبشرہ کے اسلام ، یا تمام صحابہ کے اسلام کا انکار کرے یا خلفائے اربعہ میں سے کسی تکفیر کرے تو وہ کافر ہے ۔) الخرشی علیٰ مختصر خلیل:۸/۷۴(

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ علماء لکھتے ہیں : وہ شخص کافر ہے جو عشرۂ مبشرہ میں سے کسی کی تکفیر کرے ، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی تمام ازواج مطہرات کا احترام اور ان سے محبت واجب ہے ، جو شخص ان میں سے کسی کی بھی تکفیر کرے ، اُسے کافر قرار دیا جائیگا ۔(الفرق بین الفرق،ص : ۳۶۰)

قاضی عیاض کہتے ہیں:

صحابہ میں کسی کو بھی گالی دینا گناہ کبیرہ ہے ، گالی دینے والے کو قتل کے علاوہ دوسری سزائیں دی جائیں گی ، یہی میرا اور جمہور علماء کا مسلک ہے ۔ مسلم بشرح النووی۱۶/۹۳،چشتی

عبد الملک بن حبیب کہتے ہیں" : کوئی غالی شیعہ عثمان سے بغض اور برأت کا اظہار کرے ، اُسے سخت سزادی جائے گی ، اور وہ اگر ابو بکر و عمر سے نفرت و عداوت کا اظہار کرے تو اُس پر سزا بڑھادی جائے گی ، اُس کی پٹائی ڈبل کی جائے گی ، اور اُسے تا حیات جیل میں رکھا جائے گا ۔ الشفاء:۲/۱۱۰۸

فضیلت کے حاملین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والا کافر ہے ، اور جن کے بارے میں متواتر نص وارد نہیں ہیں ، جمہور علماء ان کو کافر قرار نہیں دیتے ، ہاں اگر کوئی صحابیت کو طعن و تشنیع کرے تو وہ کافر ہے ۔

شرفِ صحابیت کا لحاظ لازم ہے خوب یاد رکھئے

صحابیت کا عظیم اعزاز کسی بھی عبادت و ریاضت سے حاصل نہیں ہوسکتا لہٰذا اگر ہمیں کسی مخصوص صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت نہ بھی ملے تب بھی بلاشک و شبہ وہ صحابی محترم و مکرم اور عظمت و فضیلت کے بلند مرتبے پر فائز ہیں کیونکہ کائنات میں مرتبۂ نبوت کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ صحابی ہونا ہے ۔ صاحب ِ نبراس علامہ عبدالعزیز پرہاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یاد رہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سابقہ انبیائے کرام علیہم السّلام کی تعداد کے موافق) کم و بیش (ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث موجود ہیں وہ چند حضرات ہیں اور باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں نبیِّ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا صحابی ہونا ہی کافی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صحبتِ مبارکہ کی فضیلت عظیمہ کے بارے میں قراٰنِ مجید کی آیات اوراحادیثِ مبارکہ ناطق ہیں ، پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ بھی ہوں یا کم ہوں تو یہ ان کی فضیلت و عظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے ۔ الناھیۃ صفحہ نمبر38 ،چشتی

سارے صحابہ عادل ہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کیلئے یہ ایک ہی آیت کافی ہے : وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ-رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ-ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔

ترجمہ : اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہسے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ پ11،سورہ التوبۃ100:

علّامہ ابوحَیّان محمد بن یوسف اندلسی رحمۃ اللہ علیہ وفات745:ہجری فرماتےہیں : وَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡھُمۡ بِاِحۡسَانٍ سے مراد تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ۔ تفسیرالبحر المحیط،ج5 ،ص96، تحت الآیۃ المذکورۃ

یاد رہے سارے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم عادل ہیں ، جنّتی ہیں ان میں کوئی گناہ گار اور فاسق نہیں ۔ جو بدبخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے ، وہ مَرْدُود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے ۔

ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ درج ذیل حدیثِ پاک کو دل کی نظر سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرے ، چنانچہ حضرت عبدُاللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا : میرے صحابہ) رضی اللہ تعالٰی عنہم (کے بارے میں اللہ سے ڈرو ، اللہ سے ڈرو ۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا تو اس نے میرے بُغض کی وجہ سے ان سے بُغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ پاک کو ایذا دی اور جس نے اللہ پاک کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ پاک اس کی پکڑ فرمالے ۔) ترمذی جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 463 ، حدیث(3888:

اللہ تعالیٰ ہم سب کو امت کے بہترین طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا کما حقہ احترام اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یا رب العالمین ۔) طالبِ دعا و دعا گو ڈاکٹر فیض احمد چشتی(

حدیثِ عمار میں تَقۡتُلُہُ الۡفِئَۃُ الۡبَاغِیَۃُ کی تحقیق حقائ ق کی روشنی میں

محترم قارئ ین کرام :

فقیر نے صحیح بخاری میں موجود حدیثِ عمار میں تَقۡتُلُہُ الۡفِئَۃُ الۡبَاغِیَۃُ کے الفاظ کی حقیقت قدیم بخاری نسخوں کی روشنی میں ایک مضمون میں مختصر مگر جامع تحقیق پیش کی تھی نیم رافضیوں کی چیخیں نکل گ ئ ی ں کہ اُن کا سرمایہ ڈوب گیا اور کچھ چھپے چہرے بھی بے نقاب ہوئے ۔ اس پر ہمارے ایک سنی محقق پورانے محبت کرنے والے دوست جناب چوھدری محمد ذوالقرنین حنفی بریلوی صاحب نے ایک تفصیلی تحقیق کی طرف نشاندھی کی اُن کی تحقیق مِن و عَن پیشِ خدمت ہے اصل اسکینز کے ساتھ ایک بار ضرور پڑھیں :

آج کی اس پوسٹ میں ہم بخاری میں موجود ایک روایت کی تحقیق پیش کریں گے جس کو بنیاد بنا کر رافضی، حضرت امیر معاویہؓ کو باغی کہتے ہیں، یاد رہے اس پوسٹ میں ہم صرف بخاری میں موجود حدیث پر بات کریں گے اس ل ئے کسی اور کتاب میں موجود اس حدیث پر بعد میں پوسٹ بنائ ی جائے گی۔

یہ حدیث " حدیثِ عمار " کے نام سے مشہور ہے بخاری کے اردو ترجمے میں اس حدیث کا نمبر 447 ہے۔

حدیث کچھ یوں لکھی گ ئی ہے کہ " حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا جب مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی تو ہم تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس!تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔عمار ان کو جنت کی دعوت دے رہے ہوں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہو گی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔یہ وہ ترجمہ ہے جو مترجم نے لکھا ہے(۔)بخاری حدیث نمبر(447

جیسا کہ آپ نے حدیث پڑھی اس میں لکھا ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرئے گا،لیکن یہ الفاظ بخاری کے قدیم نسخوں میں موجود ہی نہیں ہیں،ان الفاظ کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے ہم یہ دیکھتے چلتے ہیں کہ بخاری کو نقل کس کس امام نے کیا ہے۔اور اس میں ہم اسی سند کو بیان کریں گے جو سب سے زیادہ مقبول ہے۔

امام بخاری سے ان کے شاگرد محمد بن یوسف الفربری نے نقل کیا،ان سے ابو محمد عبداللہ بن احمد بن الحموي نے،ان سے ابوذر عبداللہ بن احمد بن الھروی نے،ان سے ابو ولید سلیمان بن خلف الباجی نے،ان سے ابوعلی حسین بن محمد بن الصدفی نے،ان سے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن سعادۃ نے(اور آج بخاری کے قدیم ترین نسخوں میں انہی کا نسخہ موجود ہے)۔

تو یہ تھے بخاری کو نقل کرنے والے امام جیسا کہ ہم بتا چکے کہ آج کے دور میں بخاری کے قدیم نسخوں میں صرف ابن سعادۃ)ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن سعادۃ (کا نسخہ موجود ہے تو ہم موضوع کی طرف واپس آتے ہیں اور بخاری میں موجود حدیث عمار کو اسی نسخے میں دیکھتے ہیں۔اس سے پہلے میں یہ بتاتا چلوں کہ بخاری کے بعض قدیم نسخوں میں " تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ حدیث میں شامل کر کے حواشی میں اس کے بارے بتایا گیا تھا کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔اب بڑھتے ہیں موضوع کی جانب۔

ابن سعادۃ کے نقل کردہ بخاری نسخے میں" تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں جیسا کہ آپ نیچے اسکین میں دیکھ سکتے ہیں اس میں الفاظ کچھ یوں ہیں۔

"ویقول)نبی ﷺ نے فرمایا(ویح عمار یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار)افسوس عمار تم ان کو جنت کی طرف بلاتے ہو اور وہ تم کو جہنم کی طرف"(۔) صحیح البخاری فرع نسخۃ ابن سعادۃ جلد 1صفحہ نمبر(105

جیسا کہ آپ اسکین میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ ابن سعادۃ کے نسخے میں" تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ موجود نہیں ہیں،حق ماننے والے کے لئے اتنی دلیل ہی کافی ہے لیکن ہم زرا اور بھی نسخوں کا مطالعہ کر لیتے ہیں تاکہ کسی قسم کا اعتراض باقی نا رہے۔

اب ہم آتے ہیں جامعہ الملک سعود کے قدیم قلمی نسخے کی جانب تو اس میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ الفاظ وہی ہیں جو ابن سعادۃ کے نسخے میں ہیں

"ویقول ویح عمار یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار"۔(مخطوطۃ اخری من جامعۃ الملک سعود صحفہ نمبر 141(

اب ہم امام مھلب بن ابی صفرۃ التمیمی المالکی الاندلیسی کے نقل کردہ بخاری نسخے کی جانب بڑھتے ہیں اس نسخے میں بھی" تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔اور تخریج کرتے وقت ان اضافی الفاظ کی حقیقت کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ" اس کے کچھ طُرق ایسے ہیں جن میں) تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ(زائد الفاظ موجود ہیں اور امام حمیدی)امام بخاری کے استاد،امام بخاری نے بخاری کی پہلی حدیث ہی ان سے نقل کی ہے (نے ان الفاظ کو اپنی الجامع میں نہیں لکھا،اور ساتھ امام حمیدی کا قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ"اور بخاری نے ان زائد الفاظ کو بخاری میں نقل نہیں کیا تھا اور ان کو لکھ کر خود مٹا دیا تھا"۔)المختصر النصیح فی تھذیب الکتاب الجامع الصحیح جلد 1صفحہ نمبر(324

اب ہم چلتے ہیں بخاری کے قدیم نسخوں میں سے ایک اور نسخے کی جانب جس کو نسخہِ یونینیۃ کہا جاتا ہے۔
اس نسخے کو بخاری کے مختلف نسخوں کو مدِ نظر رکھ کر نقل کیا گیا تھا اور ان میں جو اختلافی الفاظ تھے ان کو حدیث میں شامل کر کے ان کے اوپر ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

اس نسخے میں حدیث عمار کو نقل کرتے ہوئے "تَقْتُلُهُ الفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ کو حدیث میں شامل کیا گیا ہے اور ان الفاظ کے اوپر لکھا گیا ہے" ساقط)"یعنی یہ الفاظ ساقط ہیں(۔) صحیح بخاری نسخۃ الیونینیۃ جلد 1 صحفہ نمبر(97

بخاری کا ایک اور نسخہ دیکھیں جو کہ سلطان عبدالحمید نے مرتب کروایا تھا اس نسخے کو نسخہِ سلطانیۃ کہا جاتا ہے اور اسے نسخہِ یونینیۃ کو مدِ نظر رکھ کر تیار کیا گیا اور اُسی طرح اختلافی الفاظ کو حدیث میں لکھ کر حاشیے میں ان کی حقیقت بیان کی گ ئی۔

اس نسخے میں بھی"تَقْتُلُهُ الفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ کو حدیث میں شامل کر کے نیچے حاشیے میں لکھا ہے کہ "ساقط عند ابی ذر،والاصیلی)"یعنی کہ یہ الفاظ ابوذر الھروی اور اصیلی کے نسخے میں ساقط ہیں(۔) صحیح بخاری نسخہِ سلطانیۃ صحفہ نمبر(491

ابوذر الھروی کا نسخہ امام بخاری کے بعد تیسرے نمبر کا نسخہ ہے،یعنی امام بخاری سے امام الفربری (1)نے ان سے امام الحموي (2)نے ان سے امام ابوذر الھروی (3)نے نقل کیا۔یعنی کہ امام بن سعادۃ کے نسخے سے بھی پہلے کا نسخہ جس میں یہ الفاظ موجود نہیں تھے۔

مشرق میں اس وقت بخاری کا نسخہِ سلطانیۃ رائ ج ہے اس نسخے میں بھی نسخہِ یونینیۃ کی طرح اختلافی الفاظ کو حدیث میں شامل کر کے ان کے بارے بتایا گیا تھا لیکن آج کل کے نسخوں میں اختلافی الفاظ کو تو حدیث میں شامل کر دیا گیا لیکن حاشیے میں ان کی وضاحت نہیں کی گ ئی۔

آج کل شائع ہونے والے جو اردو تراجم والے نسخے ہیں ان میں سے ایک نسخہ دارالسلام سے شائع ہوتا ہے اس نسخے میں " تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ بریکٹس [ ] میں لکھے گئے ہیں یعنی کہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ الفاظ حدیث میں شامل نہیں۔ بخاری طبع دارالسلام جلد 1 حدیث نمبر 447

اب جیسا کہ ہم ثابت کر چکے کہ " تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے الفاظ بخاری کے اصل نسخوں میں شامل نہیں تو اب ہم اس حدیث کی شرح دیکھتے چلیں۔

بخاری کی سب سے جامع شرح امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی کی فتح الباری ہے۔

اس میں علامہ حجر نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ان الفاظ " تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "کے بارے لکھا ہے کہ

"یہ الفاظ اس میں اضافی ہیں امام حمیدی نے ان کو نہیں لکھا)اور ساتھ علامہ حجر فرماتے ہیں(جب امام حمیدی اور امام اسماعیلی اور امام برقانی نے اس حدیث کی تخریج کی تو انہوں نے فرمایا ان الفاظ کو امام بخاری نے خود مٹا دیا تھا،اور حضرت ابوسعید خدریؓ کا فرمان نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے یہ زائد الفاظ نبی ﷺ سے نہیں سنے،(اور اس فرمان تم ان کو جنت کی طرف بلاتے ہو وہ تم کو جہنم کی طرف کے بارے علامہ حجر نے لکھا ہے کہ)جہنم کی طرف بلانے والوں سے مراد کفارِ قریش ہیں"۔(فتح الباری جلد 1 صفحہ 644

پس ثابت ہوا کہ یہ الفاظ " تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ "بخاری میں موجود نہیں ہیں اور نا ہی حضرت ابوسعید خدریؓ نے نبی ﷺ سے سنے ہیں اور نبی ﷺ کے فرمان تم ان کو جنت کی طرف بلاتے ہو وہ تم کو جہنم کی طرف سے مراد کفار قریش ہیں یعنی کہ حضرت عمارؓ ان کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور

وہ ان کو کفر کی دعوت دیتے ہیں،نبی ﷺ نے یہ سب عمارؓ کو باقی تمام صحابہ اکرامؓ سے زیادہ محنت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا تھا۔

اس لئے اس حدیث کو امیر معاویہؓ اور ان کے لشکر پر لگانا بلکل بے جا اور جہالت ہے۔

(اگر کسی کو پوسٹ میں کوئی ی اسکین صاف طور پر نظر نا آرہا ہو تو وہ اس لنک پر کلک کر کے صاف اسکین دیکھ لے میں نے یہ تما اسکینز اس میں اپلوڈ کر دیے ہیں)

https://archive.org/details/hadees-e-ammar-1_202102

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کرے گا حصہ دوم

حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کی مظلوم ترین شخصیت ہیں ، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے اور آپ نے آقائے کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بے مثال وفا کی تھی ۔ دشمنانِ اسلام نے آپ کی ذات کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے ۔ در اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے متعلق پیشینگوئی کی تھی کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔ یہ روایت حق ہے ۔ لیکن دشمنانِ اسلام کی طرف سے اس حق میں بیسیوں جھوٹ ملائے جاتے ہیں ، پھر کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمار کو سیدنا معاویہ کے گروہ نے قتل کیا اور وہ باغی گروہ تھا۔ وہ لوگ باغی کے لفظ پر بہت زیادہ زور دے کر یہ بھی باور کرواتے ہیں کہ باغی سے مراد اسلام سے باغی گروہ ہے ۔

ہمارے پاس موجود صحیح البخاری کے نسخہ میں 443 نمبر پر یہ روایت موجود ہے : وَيْحَ عَمَّارٍ ، تَقْتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الجَنَّةِ ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ ۔

ترجمہ : عمار کے لیے خوش خبری ہو ، انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔ عمار ان کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ عمار کو آگ کی طرف بلائیں گے ۔

اس روایت کے دو حصے ہیں ۔ پہلا حصہ یہ ہے : عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔

دوسرا حصہ یہ ہے : عمار ان کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلائیں گے ۔

اس کا پہلا حصہ جو ہے یہ تقریبا چھبیس صحابہ سے مروی ہے ۔ ان میں کچھ سندیں ضعیف ہیں کچھ صحیح ہیں۔ البتہ ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات میں ایک چیز کامن ہے ۔ کسی بھی روایت میں یہ الفاظ بیان نہیں ہوئے کہ : عمار ان کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلائیں گے ۔

یہ حصہ صرف سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کی ایک سند میں ذکر ہوا ہے ۔ جس کے راوی خالد حذا ہیں اور وہ عکرمہ سے بیان کر رہے ہیں ۔ پھر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ابو ہشام اور ابو نضرہ نامی ثقہ راویوں نے بھی بیان کی ہے ۔ مگر انہوں نے بھی یہ الفاظ بیان نہیں کیئے ۔

یعنی اس روایت کی بیسیوں سندیں ہیں، مگر کسی بھی سند میں دوسرا ٹکڑا بیان نہیں ہوا۔ دوسرا ٹکڑا صرف ایک سند میں بیان ہوا ہے ۔

محققین کی رائے : مذکورہ بحث کے مطابق دوسرا حصہ اصول حدیث کے پیمانے پر پورا نہیں اترتا اسی لیے اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔ یہ بعض عرب محققین کی رائے ہے ۔ جن میں شیخ خالد الوصابی وغیرہ کا نام آتا ہے ۔

بعض دیگر محققین کی تحقیق میں یہ دو حصے ایک حدیث کے نہیں ہیں ، یہ دونوں الگ الگ روایات ہیں ، جو غلطی سے راوی نے ایک ہی روایت میں مکس کر دی ہیں۔ فقیر چشتی کا رجحان بھی دوسری رائے کی طرف ہے ۔ کیوں کہ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے ۔ قرائن ملاحظہ ہوں :

جہاں بھی یہ روایات بیان ہوئی ہیں ، صحیح یا ضعیف سند کے ساتھ ۔ الگ الگ ہی بیان ہوئی ہیں۔ ان کو ایک روایت کے طور پر کسی نے بھی بیان نہیں کیا ۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ روایت ڈائریکٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نہیں سنی ، بلکہ اپنے بعض ساتھیوں سے سنی ہے ۔ صحیح مسلم 5192, مسند احمد 10588 : ۔ اسی طرح مسند البزار میں بھی یہ بات موجود ہے ۔

پھر سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے دو راوی دوسرا ٹکڑا ذکر نہیں کر رہے صرف ایک راوی ذکر کر رہا ہے ۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کرنے والوں نے اس کا پس منظر الگ الگ بیان کیا ہے ۔

خالد الحذاء کی روایت کے پس منظر میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : ہم مسجد بنا رہے تھے اور ہم ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے جب کہ عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے ۔ صحیح البخاری428 : ،چشتی

جب کہ صحیح مسلم کی روایت میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت ہم خندق کھود رہے تھے جب رسول اللہ نے فرمایا: عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

خود خالد نے بعض جگہ ان الفاظ کو بیان کیا بعض جگہ بیان نہیں کیا۔

تو ہم ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسجد نبوی کھودتے وقت سیدنا عمار کے ماضی کے حالات بیان کئے تھے کہ" کفار عمار کو جہنم کی طرف بلا رہے تھے اور عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے۔"

جب کہ خندق کھودتے وقت ان کے متعلق صرف اتنی پیشینگوئی کی تھی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

یہاں علم حدیث کی تفصیلات سے ناواقف شخص یہ سوال کھڑا کر سکتا ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا ؟ ہو سکتا ہے باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور راویوں نے صرف ایک ٹکڑا بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہو جب کہ ایک راوی نے دونوں ٹکڑے بیان کر دیئے ہوں ؟ ۔ تو اس سلسلے میں صرف اتنا یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ خارج میں ایسا ہونا ممکن نہیں ، کیا پچاسوں راویوں میں صرف ایک ہی راوی وہ الفاظ سنے ؟

پھر سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے دو الگ الگ پس منظر بیان ہوئے ہیں۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ روایت کسی ایک موقع پر بیان ہوئی اور دوسری جگہ کے بیان میں یا تو کسی راوی کو غلطی لگی ہے۔ یا پھر دوسری جگہ میں کوئی دوسری حدیث بیان ہوئی ہے۔ مگر راوی نے دونوں کو ملا دیا ہے۔

اجمالا یوں کہہ لیجیے کہ یا تو دوسرا حصہ ضعیف ہے اور راوی کو خطا لگی ہے یا پھر دوسرا حصہ کوئی دوسری حدیث ہے ۔ جس کا الگ سے ایک پس منظر ہے ۔ ان دو رستوں کے سوا تیسرا کوئی راستہ نظر نہیں آتا
۔

صحیح البخاری کا نسخہ جاتی اختلاف : بعض حضرات کے ذہن میں سوال پیدا ہو رہا ہوگا کہ لکھنے والے اچھے اہل سنت ہیں ، یہ تو بخاری کی روایت کو ہی ضعیف کرنے بیٹھ گئے ہیں ۔ تو یہ بتا دینا مناسب رہے گا کہ دوسرا حصہ اصلا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

حافظ ابو الفتوح حمیدی نے امام بخاری کے قریبی زمانے ہی میں بخاری و مسلم کی روایات جمع کی تھیں، ان کی ایک کتاب ہے الجمع بین الصحیحین کے نام سے۔ اس میں آپ نے اس زیادت کا ذکر نہیں کیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دوسرا ٹکڑا اپنی بخاری میں ذکر نہیں کیا۔

امام ابو نعیم الحداد نے صحیح البخاری کی مستخرج لکھی ، آپ لکھتے ہیں : ولم یذکر البخاری ہذہ الکلمۃ فیما اظن " میرا ماننا ہے کہ یہ کلمہ امام بخاری نے ذکر نہیں کیا۔(" مستخرج : ۴ /۴۶۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : امام بخاری رحمہ اللہ نے اصلا یہ ٹکڑا روایت میں ذکر نہیں کیا۔ دلائل النبوۃ : ۴/ ۵۴۸

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ قسطلانی رحمہ اللہ اور حافظ ابن رحمہ اللہ نے بھی یہی تحقیق پیش کی ہے کہ مذکورہ حصہ صحیح البخاری میں امام رحمہ اللہ نہیں لائے ۔ حافظ ابن حجر کا ماننا ہے کہ امام بخاری نے یہ ٹکڑا جان بوجھ کر چھوڑا ہے ۔ کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ یہ ٹکڑا ضعیف ہے
۔

سوال یہ ہے کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ٹکڑا بخاری میں ذکر نہیں کیا، تو پھر یہ موجودہ نسخے میں کہاں سے آگیا؟

اس کے جواب میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ اصلا حاشئے میں کسی ناقل نے درج کیا تھا، جو بعد میں کتاب کا حصہ بن گیا۔

نسخوں کا اختلاف اور صحیح البخاری کی حفاظت : اب عام آدمی کے ذہن میں فطرتا ایک سوال پیدا ہوگا کہ صحیح البخاری تو ساری محفوظ ہے پھر اس میں ادراج کہاں سے آگیا؟ یہ سوال عام ذہن پیدا کر سکتا ہے وگرنہ طلبائے علم بخوبی جانتے ہیں کہ صحیح البخاری میں نسخوں کا اختلاف رہا ہے۔ اس پر بہت ساری کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ شاملہ میں ایک کتاب روایات صحیح البخاری ونسخہ کے نام سے موجود ہے۔ عربی جاننے والے احباب اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں صرف اس حقیقت کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہیں گے کہ نسخوں کے اختلاف پر کامل نظر رکھنا پھر امام رحمہ اللہ کے شاگردوں کے نسخوں کو تحقیق میں لانا بھی ائمہ حدیث کا امتیاز ہے۔ وہ کسی شخصیت کے رعب میں آئے بغیر ہر چیز کی مکمل تحقیق کرتے ہیں۔ تحقیق کے بعد ہی انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں، فلاں روایت فلاں الفاظ امام بخاری کے شاگردوں نے ذکر کئے ہیں، فلاں نہیں کئے فلاں لفظوں میں اختلاف کیا ہے۔ تو یہ علم کی گھاٹی ہے۔ جس میں اترنے والے بخوبی سمجھ جاتے ہیں کہ محدثین حدیث رسول کے معاملے میں کس قدر محتاط واقع ہوئے تھے۔

مذکورہ بحث سے ہم نے یہ جانا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سیدنا عمار سے ایک پیشینگوئی کی تھی کہ آپ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ جنت جہنم والی پیشینگوئی نہیں کی تھی، یہ راوی سے غلطی ہوگئی ہے۔

اب ہم سمجھیں گے کہ باغی سے مراد کیا ہے ؟

بعض لوگ اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ باغی سے مراد ہے اسلام چھوڑ دینے والا گروہ، تو جو لوگ یہ مراد لیتے ہیں وہ قطعی خطاکار ہیں ۔

کیوں کہ کوئی بھی شخص یا گروہ اسلام سے صرف اس وقت خارج ہوتا ہے جب وہ یا تو اسلام کا ہی انکار کردے یا نبی کے مقابلے میں صف آراء ہو جائے ۔ کسی خلیفہ یا بادشاہ کے خلاف لڑنا گو ممنوع سہی ، مگر کسی بھی بنیاد پر اسے کفریہ فعل قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ ایسی بات کرنا اسلام کے بنیادی قوانین کے خلاف ہے ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ترجمہ : اگر مومنوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کروائیں اگر ان میں سے ایک بغاوت کر دے تو اس سے اس وقت تک لڑا جائے جب تک وہ اللہ کے معاملے کی طرف لوٹ نہیں آتا ۔

قرآن کے مطابق بغاوت کرنے والا مومن ہی رہتا ہے کافر نہیں ہوجاتا ۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ؟

اب تیسرے سوال کی طرف آتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشینگوئی کس صورت میں پوری ہوئی ۔ سیدنا عمار کو کس گروہ نے شہید کیا ۔ اس سلسلے میں تین آراء ہیں ۔

پہلی رائے تو یہ ہے کہ آپ جنگ صفین سے پہلے ہی شہید ہو چکے تھے ۔

دوسری رائے کے مطابق آپ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے شہید کیا ۔

تیسری رائے والوں کا ماننا ہے کہ آپ اسی گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا ۔

پہلی رائے تو قطعی غلط ہے ۔ دوسری اور تیسری رائے والوں کے پاس اپنے اپنے دلائل موجود ہیں ۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا ۔ ان کی دلیل دو روایات ہیں :

ایک تو وہ جس میں ہے کہ عمار کو قتل کرنے والا جہنم میں جائے گا ۔ یہ روایت ضعیف ہے ۔

البتہ بعض علماء کے نزدیک اس روایت کی ایک سند جو طبقات الکبری : میں ہے ۔ اس حد تک صحیح ہے کہ اس سے سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کا قتل کا دعوی کرنا ثابت ہوتا ہے ۔ مگر ہم نے جب مزید تفصیلات دیکھیں تو معلوم ہوا کہ اس کے راوی امام حماد بن سلمہ مختلط ہیں ۔ اور ان کی دو حیثیتیں ہیں ۔ آپ بعض اساتذہ سے حدیث بیان کرنے میں خطا کرتے ہیں اور بعض شاگردوں نے آپ سے بعد از اختلاط سنا ہے ۔ تو یہ روایت آپ نے کلثوم بن جبر سے بیان کی ہے اور کلثوم بن جبر آپ کے چھوٹے شیوخ میں سے ہیں ۔ یعنی ان کی روایات انتہائی قلیل ہیں چار پانچ ہوں گی ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

حماد بن سلمۃ إذا روی عن الصغار أخطأ ۔

"حماد بن سلمہ جب صغار سے روایت کرتے ہیں تو خطا کرتے ہیں ۔ " روایۃ الاثرم ۔

لہذا سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہونے پر کوئی دلیل بھی بسند صحیح ثابت نہیں ہوتی ۔

البتہ مسند احمد کی ایک روایت میں دو آدمی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں دو آدمی آتے ہیں ، جو خود کو عمار کا قاتل کہہ رہے ہوتے ہیں ۔ ایک کہتا ہے میں نے ان کو قتل کیا دوسرا کہتا ہے میں نے قتل کیا ۔ اس پہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں , آپ خود کو ہی خوش خبری

دے لیجیے , میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے ہیں ، آپ پھر ہمارے ساتھ کیوں ہیں ؟ تو جواب دیتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہا تھا جب تک زندہ ہو اپنے باپ کی اطاعت کرتے رہ جاو، اسی لئے میں آپ کے ساتھ ہوں،۔البتہ لڑتا نہیں ہوں ۔ "مسند احمد6538 :

اس کی سند حسن درجے کی ہے ۔

اسی طرح ایک دوسری روایت ہے کہ" : عمرو بن حزم سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے کہ عمار کو قتل کر دیا گیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔ یہی بات سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو انہیں قتل نہیں کیا ۔ انہیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے ۔ وہ انہیں ہمارے پاس لائے اور ہماری تلواروں اور نیزوں کے آگے ڈال دیا "۔(مسند احمد)17778 :

اس کی سند بھی بظاہر صحیح بنتی ہے ۔ لیکن امام عبد الرزاق بن ہمام کے متعلق ابن عدی رحمۃ اللہ نے علیہ یہ جرح کر رکھی ہے کہ وہ فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم اور دوسروں کے مثالب پر مبنی منکر روایات بیان کرتے رہتے ہیں ۔ یہ بھی شاید ان میں سے ایک ہو،۔اگر ان میں سے نہیں ہے تو پھر یہ صحیح ہو گی ۔

بہر صورت ان دونوں روایات میں دو موضوع بیان ہوئے ہیں ۔

پہلی میں دو بندے باہم لڑتے ہیں ایک کہتا ہے میں نے عمار کو قتل کیا دوسرا کہتا ہے میں نے عمار کو قتل کیا تو وہاں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے یہ روایت سناتے ہیں ۔

دوسری روایت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ہے جب وہ سیدنا عمار کی شہادت کی خبر سنتے ہیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں ۔ پھر آکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کرتے ہیں ، تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کا قتل ہونا وہ بھی پسند نہیں کرتے ۔ بلکہ اس پر یہ کمنٹ دیتے ہیں کہ عمار کو علی اور ان کے ساتھیوں نے شہید کیا ۔ سیدنا معاویہ کے کمنٹ کی طرف بعد میں آتے ہیں ۔ یہاں ایک حقیقت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے ۔

ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے قریبی ساتھی بھی سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت پر راضی نہیں ہیں ۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں : ثم (إن عمارا تقتله الفئة الباغية) ليس نصا في أن هذا اللفظ لمعاوية وأصحابه ؛ بل يمكن أنه أريد به تلك العصابة التي حملت عليه حتى قتلته ، وهي طائفة من العسكر ، ومن رضي بقتل عمار كان حكمه حكمها . ومن المعلوم أنه كان في المعسكر من لم يرض بقتل عمار : كعبد الله بن عمرو بن العاص وغيره ؛ بل كل الناس كانوا منكرين لقتل عمار ، حتى معاوية ، وعمرو "

ترجمہ : عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ روایت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باغی ہونے پر نص نہیں ہے۔ بلکہ ممکن ہے وہی گروہ جس نے ان پر حملہ کیا ہو اور پھر ان قتل کر دیا ہو ,یہ لشکر کا کوئی مخصوص گروہ ہوگا۔ جو سیدنا عمار کے قتل پر خوش ہوا اس کا حکم بھی باغیوں والا ہی ہے ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس لشکر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو سیدنا عمار کے قتل پر خوش نہیں ہیں ۔ جیسے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ بلکہ سیدنا معاویہ کا پورا لشکر ہی اس چیز کا ناپسند کرتا تھا۔ یہاں

تک کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی خوش نہیں تھے ۔ مجموع الفتاوی77 / 35 :

اب جب کہ ہمیں معلوم ہو چکا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے قریبی ساتھی اور ان کا گروہ بھی سیدنا عمار کے قتل سے انکاری تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ باغیوں کے زمرے میں نہیں آتے ۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا کہ عمار کو علی اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے ؟ ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا پھر تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل مسلمان ہی ہوئے ، جو انہیں کفار کی تلواروں کے سامنے لے گئے تھے ۔ لیکن سیدنا علی رضی اللھعنہ کی طرف سے ایسا کوئی جواب دینا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ موضوع من گھڑت بات ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اسلام کے مزاج سے ناشنا کسی شخص نے گھڑ لی ہے ۔ اس کی کوئی سند موجود نہیں ہے ۔ ویسے بھی کفار سے لڑائی کو مسلمان سے لڑائی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔ پھر بھی بظاہر لگتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی بعید قسم کی تاویل کی ہے ۔ لیکن جب ہم اصل صورت احوال کی طرف دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم تو جنگ کے لیے گئے ہی نہیں ، نہ ہم جنگ چاہتے تھے ہم تو صرف قاتلین عثمان کا قصاص چاہتے تھے جو ہمارا شرعی حق تھا ۔ لڑنے کے لئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود آئے ہیں ۔ ہم تھوڑا ہی گئے ہیں ۔ تو اسی لیے کہہ دیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا ہمارا مقصود نہیں تھا ، البتہ اگر ہمارے گروہ کی طرف سے ان کی شہادت ہوگئی ہے تو اس میں قصور انہیں لانے والوں کا ہے ۔ یہاں ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مقدمہ غلط نہیں کر رہے ۔ بلکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا مفہوم واضح کر رہے ہیں ۔

اتنا تو طے ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا گروہ سیدنا عمار کا قاتل نہیں ، اتنا بھی معلوم ہوگیا کہ سیدنا عمار کا کوئی قاتل بسند صحیح نامی نیٹ نہیں ہو سکا۔ اب دو پوائنٹ باقی رہ گئے ہیں:

یا تو وہ مجہول قاتل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوجانے والے نواصب میں سے تھا۔ کیوں کہ وہ فتنے کا دور تھا اور منافقین نواصب و روافض دونوں گروہوں میں اپنے مفادات کے حصول کے لیے شامل ہوگئے تھے۔ جیسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل اشتر نخعی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا سپہ سالار تک بن گیا تھا۔ تو اس سے نہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر حرف آتا ہے اور نہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سچے ساتھیوں کی ذات پر۔

یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود کسی خارجی نے ہی شہید کردیا ہو ، اور پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھی بن کر ان سے انعام وصول کرنے چلا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن نے منافقین کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ مومنوں کے پاس ہوتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں ہم تمہارے ہیں اور پھر جب اپنے شیطانوں کے ساتھ جاتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں ہم تو مذاق کر رہے تھے۔ ایسا ہی ایک کیس جنگ جمل میں پیش آچکا تھا۔ جب ایک شخص سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا سر لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ابن صفیہ کا قاتل آگ میں جائے گا ۔ مسند احمد 799 : وسندہ صحیح

یہاں کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالف لشکر میں ہیں اور روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ جنگ حق و باطل کا معرکہ تھا پھر حق و باطل کے معرکے میں باطل کا سپاہی مارنے والے کو جنت کی

بشارت دی جائے گی یا جہنم کی ؟ یقینا جنت کی بشارت دی جائے گی۔ مگر سیدنا علی اسے جہنم کی وعید سنا رہے ہیں ۔ کیوں ؟

کیوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس جنگ کو حق و باطل کا معرکہ نہیں سمجھتے ، بلکہ فتنے کی لڑائی سمجھتے ہیں ، جس میں دونوں فریق اپنے تئیں حق کے لیے لڑ رہے ہیں ۔ بعینہ یہی صورت احوال سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پیش آئی کہ سچے لوگ اس پر خوش نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اس کا انکار کیا۔ کیوں کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے لیے جنگ کر رہے تھے نہ کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے ۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اتنی ہی پریشانی تھی اور آپ اس جنگ سے پہلے فوت ہوجانے کی دعائیں کر رہے تھے تو پھر جنگ میں جانے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟

جواب اس سوال کا یہ ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ کے بعد سب سے اولین فریضہ نصب امام کا ہے ۔ یعنی کسی نہ کسی شخص کا خلیفہ ہونا بہت ضروری ہے ۔ اگر کوئی بھی خلیفہ نہ ہو تو زمین فساد سے بھر جائے ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آنے والے حالات کا تدارک کر چکے تھے اور انہیں دو پریشانیوں میں سے ایک چوائس کرنا تھی ۔ یا تو خلافت قائم رکھتے اور خلافت کو قائم کرنے کے لیے سخت اقدامات کرتے ۔ اس سے نقصان تو متوقع تھا مگر وہ نقصان بہر حال کم تھا۔

دوسرا آپشن خلافت چھوڑ کر گھر بیٹھ رہنے کا تھا۔ اس آپشن کو استعمال کرنے کا مطلب ایک تو یہ تھا کہ اللہ کا فرض ٹوٹ جاتا۔ پھر باغی مدینے میں مزید حملے کرتے ، جس سے ایسی خانہ جنگی چھڑتی کہ پھر کبھی ختم نہ ہوتی ۔ امت رسول تباہ ہو کر رہ جاتی ۔ دوسری طرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا و سیدنا زبیر و طلحہ رضی اللہعنہما کا مقدمہ بھی حالات کے مطابق درست تھا ۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ خلیفہ وقت کے قاتل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہیں ، اشتر نخعی جیسا بدبخت سپہ سالار بن گیا ہے ۔ تو ان کے دلوں میں اس حوالے سے خدشات پیدا ہوئے ۔ انہیں خدشات کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر سے نکلنا پڑا ، سیدنا عثمان کی شہادت اسلامی تاریخ کا ایسا گہرا گھاو تھا جس نے امت کا کلیجہ ہلا دیا تھا ۔ یہیں سے فتنہ برپا ہوا تھا اور فتنہ ہی ایسی چیز ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے ۔ لوگ کہہ دیتے ہیں جی وہ بیعت کرنے کے بعد بھی تو مطالبات رکھ سکتے تھے ۔ لیکن اگر ان کے اپنے والد کے قاتل خلیفہ کی فوج میں موجود ہوتے تو پھر ہم ان سے پوچھتے کہ میاں کس بھاو بکتی ہے ۔ بھائی فتنہ اسی چیز کا نام ہے ۔ جب بندہ فیصلہ لینے کی صلاحیت تک سے محروم ہو جاتا ہے ۔ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی اور بھاری اکثریت ان جنگوں میں شامل نہیں ہوئی ۔ السنہ لابی بکر الخلال : رقم728 ، وسندہ صحیح

اگر یہ جنگیں حق و باطل کا معرکہ ہوتیں تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما گھر میں کبھی نہ بیٹھتے ۔ کئی صحابہ بستیوں کو نہ نکلتے بلکہ پہلی صفوں میں آکر لڑتے ۔ سیدنا علی رضی اللہعنہ نے ایک صحابی سے اس جنگ میں شمولیت کا کہا تو انکار کر گئے ۔ ایک صحابی سیدنا علی کے ساتھی بن کر لڑنے جا رہے تھے تو دوسرے صحابی نے منع کردیا کہ بھائی نہ جاو، آپ بخاری کا وہ چیپٹر پڑھیں، آپ کو معلوم ہو کہ صحابہ کس طرح اس جنگ سے بھاگتے تھے۔ وہ صحابہ جو کسی لمحے جنگ سے گھبرانے والے نہ ہوں، وہ اگر کسی موقع پر گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں تو مطلب صاف ہے۔ وہ ان جنگوں کو حق و باطل کا معرکہ نہیں سمجھتے بلکہ فتنے کی لڑائی سمجھتے ہیں۔ حتی کہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما بھی اس کو حق و باطل کا معرکہ قرار نہیں دیتی ہیں۔ البتہ اماں اتنا ضرور کہا کرتی تھی کہ " فتنے کے دور میں

میں دعا کیا کرتی تھی کہ اللہ میری عمر بھی معاویہ کو لگا دے ۔ " الطبقات لابی عروبہ حرانی، ص41، وسندہ صحیح

کیوں کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لئے کھڑے تھے ۔

المختصر لڑائی دو بنیادی باتوں کے درمیان تھی ۔ ایک گروہ قصاص کو ضروری سمجھتا تھا دوسرا گروہ نصب امام کو ضروری سمجھتا تھا ۔

دشمنانِ اسلام یہاں ایک اور وار کرتے ہیں اور کہتے ہیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قصاص لینے کے لیے نہیں بلکہ حکومت لینے کے لیے لڑ رہے تھے ۔ اصولی طور پر تو یہ دل کا معاملہ ہے اور دلوں کے حالات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ اس لیے اس طرح کا حکم لگانے والا قانونی طور پر جھوٹا سمجھا جائے گا ۔ پھر صحابہ کا معاملہ بھی الگ ہے ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کو تو رب نے صیقل کیا تھا ۔ کچھ قرائن ذکر کرتا ہوں : قرآن مجید نے ایک اصولی قاعدہ بیان کیا ہے ۔

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ۔ " اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے اور تمہارے دلوں میں کفر فسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ معصوم ہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ گناہ کو پسند نہیں کرتے اگر گناہ ہوجائے تو پھر تائب ہو جاتے ہیں ۔ اسی لیے ہم دور صحابہ کے جتنے واقعات دیکھتے ہیں وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین گناہ کے بعد نادم ہو کر توبہ کے لیے آتے ہیں ۔ زنا ہوگیا تو خود کو سزا کے لیے پیش کردیا ، صحابہ کے جانثاری کے تمام واقعات کے پیچھے مالک کا یہ کرم ہے کہ اس نے صحابہ کے دلوں کو صیقل کردیا ہے ۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر لڑنے والوں میں بدر و احد و حدیبیہ کے لوگ بھی موجود تھے ۔ بیعت شجرہ والے بھی ۔ جن کو مالک نے قرآن میں کہہ دیا ہے کہ میں نے ان کے دلوں کو دیکھا پھر ان سے رضا کا اعلان کیا ۔

حدیث عمار ہی میں ان جنگوں کو فتنے کی جنگیں کہا گیا ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طرز عمل بھی یہ ثابت کرتا ہے کہ ان جنگوں میں صحابہ کرام جو تھے وہ دلوں سے صاف تھے بس شبہ کی بنا پر لڑ رہے تھے ۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب خوارج کے متعلق پیشینگوئیاں کیں تو ان سے لڑنے کا حکم دیا ، ان سے لڑنے والوں کو خصوصی انعامات کا حق دار قرار دیا ۔ ان کو روئے زمین کے بدترین لوگ کہا اور ان سے لڑنے کا حکم دیا ۔

اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے متعلق پیشینگوئی کی تو انہیں واضح لفظوں میں منافق قرار دیا ۔ لیکن جب مسلمانوں کے ان دو گروہوں کے متعلق پیشینگوئی فرمائی تو ان کی باہمی جنگ کو بالکل بھی پسند نہیں کیا ۔ بلکہ اپنے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اس لیے سردار قرار دے دیا کہ اللہ ان کے ہاتھوں دو مسلمان گروہوں کی صلح کروائے گا ۔ صحیح البخاری2704 : ،چشتی

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ عظیم الشان فرمان دو قسم کے کانسیپٹ کلئیر کر دیتی ہے ۔ الف ۔ دونوں گروہ مسلمان تھے ۔

ب ۔ دونوں گروہوں کی لڑائی شبہ اور غلط فہمی کی وجہ سے برپا ہوئی تھی ، کیوں کہ اسلام کفار و منافقین سے صلح کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا اور منافقین کے ہاتھوں پر بیعت کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرتا ۔

پھر قرآن نے حکم دیا ہے کہ باغی سے اس وقت تک لڑیں جب تک وہ اللہ کے امر کی طرف واپس نہیں آجاتا ۔ اب جب سیدنا امام حسن نے اپنی حکومت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دی تو سوال اٹھے گا کہ کیا اپنی حکومت باغی کے حوالے کرنا جائز ہے ؟ بالکل نہیں، یعنی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ان کو باغی نہیں سمجھ رہے تھے بلکہ ایک شبہ غلط فہمی اور تاویل کی لڑائی ہی سمجھتے تھے ۔ یقینا اگر ان کے دلوں میں کھوٹ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک ایسی صلح کی حوصلہ افزائی ہر گز نہ کرتے جو کسی ایسے شخص کی بادشاہت پر منتج ہو رہی ہو ، جس کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ اس وجہ سے لڑ رہا تھا ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب خوارج کی پیشنگوئی کی تو فرمایا جب یہ گروہ نکلے گا تو : تقتلہ اولی الطائفتین بالحق ۔

"اس سے حق کے قریب ترین گروہ لڑائی کرے گا ۔ " صحیح مسلم2458 :

یہ اسم تفضیل ہے ۔ یہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں کے گروہوں کو حق پر کہا گیا ہے ۔ البتہ سیدنا علی رضی اللہعنہ کے گروہ کو حق کے زیادہ قریب کہا ہے اور ہمیں اس پر ایمان ہے ۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ۔

بعد ازاں صحابہ کا طرز عمل جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا اور آپ کی حکومت جس خوش اسلوبی کے ساتھ چلتی رہی ، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل صاف تھا کیوں کہ مومنوں کی رائے عامہ کسی شخص سے محبت کرتی ہو تو اللہ کے یہاں وہی اس کی گواہی ہوتی ہے ۔ اور کامیابی کے

ساتھ حکومت چلانا اسلام کو زیادہ سے زیادہ علاقوں میں پھیلانا یہ سب کارنامے بتاتے ہیں کہ بہر صورت وہ حکومت کے بھوکے نہیں تھے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قربت بہت ملی ہے اور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قربت کسی منافق کو نہیں مل سکتی اور جس مومن کو آپ کی قربت ملتی ہے اس کے ایمان کی کیفیت کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے ۔

متواتر احادیث میں اس دور کو خیر القرون قرار دیا گیا ہے تو اگر خیر القرون کے صحابہ کرام رام رضی اللہ عنہم کے دلوں پر بھی شک کرنا ہے تو بعد میں کوئی بھی مسلمان نہیں بچتا ۔ یہ چند ایک قرائن صرف اس لیے ذکر کر دیئے ہیں تاکہ دل مطمئن ہوجائے ، وگرنہ ان میں سے کوئی قرینہ بھی نہ ہوتا تب بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت پر شک کرنے کی گنجائش نہیں تھی ۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی ہیں اور کونسی آیات لکھیں کا جواب

محترم قارئین کرام :

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کے کاتب تھے اور عام کتابت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتابت وحی کی بھی ذمے داری عطا فرمائی ۔

)صحیح مسلم، جلد4، صفحہ نمبر1945، رقم)(2501صحیح ابن حان، جلد16، صفحہ نمبر189، رقم)(7209المعجم الکبیر للطبرانی، جلد13، صفحہ نمبر554، رقم -14446سند حسن)(مجمع الزوائد، جلد9، صفحہ نمبر357، رقم)(15924دلائل النبوۃ، جلد6، صفحہ نمبر -243قد صح عن ابن عباس)(تاریخ اسلام، جلد4، صفحہ نمبر)(309الشریعہ، جلد5، صفحہ نمبر)(2431المبسوط، جلد24، صفحہ نمبر)(47الاعتقاد، صفحہ نمبر)(43الحجۃ فی بیان المحجہ، جلد2، صفحہ نمبر570، رقم)(56الذخیرۃ، جلد1، صفحہ نمبر)(110الاباطیل والمناکیر، صفحہ116، رقم)(191کتاب الاربعین، صفحہ نمبر174،چشتی)(تاریخ دمشق الکبیر، جلد59،صفحہ نمبر55، رقم) (7510کشف المشکل، جلد2، صفحہ نمبر)(96الفخری فی الآداب، صفحہ نمبر)(109جامع المسانید، جلد8، صفحہ نمبر131، رقم)(1760الاعتصام، صفحہ نمبر)(239امتاع الاسماع، جلد12، صفحہ نمبر)(113تقریب التھذیب، صفحہ نمبر470، رقم675،چشتی)(عمدۃ القاری، جلد2، صفحہ نمبر73، رقم)(71المواھب اللدنیۃ، جلد1، صفحہ نمبر)(533ارشاد الساری، جلد1، صفحہ نمبر170، رقم)(71الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر)(355سمط النجوم، جلد3، صفحہ نمبر)(155تفسیر روح البیان، جلد1، صفحہ نمبر)(180فتاوی رضویہ جلد26، صفحہ نمبر)(492شان صحابہ، صفحہ نمبر(32

کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما جن کے ہاتھ کا لکھا قرآن ہم مسلمان پڑھتے ہیں اسلامی تاریخ میں اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہوگا کہ جس کو اللہ نے(اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ)کے مصداق کے طور پر پسند فرما کر چن لیا !الا ان کے کہ جو اس قرآن میں مانے ہی نا

-

زیر نظر تصاویر میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کے لکھے کچھ کتبے دیکھے جا سکتے ہیں ۔ پہلا کتبہ جو کہ تقریباً 40 ہجری کا ہے اور اس پر کندہ الفاظ کو ساتھ لکھ کر واضح کیا گیا ہے ۔

دوسرے کتبے میں کندہ الفاظ قرآن خاصے واضح ہیں اور یہ کتبہ بَیر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ طائف کے قریب ہے جہاں سے کہ یہ تختیاں ملی تھی ، 58) ہجری میں (اور اس کا نام حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر ہی رکھ دیا گیا اور آج بھی یہ وہاں طائف کے قریب صحیح سلامت موجود ہے ۔ بعد ازاں اس بیئر کی ملکیت بھی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوئی جس کی وجہ سے بَیر معاویہ (Dam of Muaviya r.a) نام معروف ہوا ۔

یہ تصویر70 ء کی دہائی کی تصویر ہے ۔(تصاویر نیچے پوسٹوں میں دی جا رہی ہیں)

البتہ اس کتبے میں کچھ الفاظ کے رسم الخط معروف عربی رسم الخط یعنی جو قریش اور بدو قبائل میں زیادہ معروف تھا جس کو کہ کوفی رسم الخط کہتے ہیں، ان سے کچھ مختلف تھے ۔ ان کو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفی رسم الخط میں اپنی زیر نگرانی تبدیل کروا کر مصحف کی شکل میں مرتب کروایا ۔ یہ کام تقریباً 50 ہجری تک مکمل ہوگیا ۔

زیر نظر مصحفی تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ اب الفاظ کندہ ہونے کی بجائے روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور رسم الخط بھی واضح ہے ۔ یہ اس وقت کے خام کاغذ پر لکھا گیا قرآن کا قلمی نسخہ ہے ۔

یہ مصحف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آج بھی یمن کے عجائب گھر میں موجود ہے جہاں سے کہ اس کی یہ تصویر لی گئی ہے ۔

ان تصاویر کی صحت کی دلیل کے لئے محدث عصر شیخ مصطفے الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب The History of Quranic Text، وہ تحقیقی ریسرچ ورک کہ جس میں شیخ نے قرآن مجید کی روز اول سے آج تک لفظی و تحریری تاریخ کو دلائل سے بیان کر کے ثابت کیا ہے اور تاریخی و تصاویری ثبوت بھی فراہم کئے ہیں، اور جہاں سے یہ تصاویر بھی حاصل کی گئی ہیں، کی تصویر بھی ساتھ اٹیچ کر دی گئی ہے ۔

تاریخ چاہیے تو تاریخ لیں ! یہ ہے ہماری تاریخ ! اور اس کا روشن اور ناقابل فراموش باب اور ستارہ ہیں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔

رجال و سیر کی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے کاتبوں کے نام ملتے ہیں ، مگر سب کے بارے میں یہ صراحت نہیں ملتی کہ کس نے کیا لکھا ۔(قرآن کیسے جمع ہوا ص 37 مکتبہ اعلی حضرت لاہور)

اس سے اتنا تو واضح ہوگیا کہ سب کے نام ملتے ہیں مگر کس نے کونسی آیت کی کتابت کی اس کی صراحت نہیں ملتی ، اب ذرہ ان ہستیوں کے نام ملاحظہ فرمائیں جن کے نام کتابت وحی کے فرائض انجام دینے میں لکھے گئے ہیں:

1حضرت ابوبکر صدیق

2حضرت فاروق اعظم

3حضرت عثمان غنی

4مولا علی شیر خدا

5طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان

6زبیر بن العوام بن خویلد

7سعد بن ابی وقاص مالک

8عامر بن فہیرہ

9ثابت بن قیس بن شماس

10خالد بن سعید بن العاص بن امیہ

11ابان بن سعید بن العاص امیہ

12حنظلہ بن الربیع

13ابو سفیان صخر بن حرب

14یزید بن ابو سفیان

15امیر(معاویہ بن ابی سفیان)

16زید بن ثابت

17شرحبیل بن حسنہ

18علاء حضرمی

19خالد بن ولید

20محمد بن مسلمہ انصاری

21عبداللہ بن رواحہ انصاری

22مغیرہ بن شعبہ

23عمرو بن العاص بن وائل قرشی

24عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول

25جہم بن سعد اسلمی

26جہیم بن الصلت

27ارقم بن ابی ارقم مخزومی

28عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری خزرجی

29علاء بن اقبی

30ابو ایوب انصاری

31حذیفہ بن یمان

32بریدہ بن ابن الحصیب مازنی

33حصین بن نمیر بن فاتک

34عبداللہ بن ابی سرح سعد

35ابو سلمہ بن عبد الاسد قرشی

36حویطب بن عبد العزی

37حاطب بن عمرو

38ابن خطل

39ابی بن کعب

40عبداللہ بن ارقم قرشی

41معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین (قرآن کیسے جمع ہوا صفحہ 38 تا 50 مکتبہ اعلی حضرت لاہور)

ان اسماء گرامی کو لکھنے کے بعد میں اعتراض کرنے والوں سے اسی کے طریقہ پر کہوں گا پوچھنا یہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک ہستی نے قرآن کی کون کونسی آیت لکھی مزید یہ کہ ان میں سے ہر ایک نے کتنی کتنی ایات مبارکہ کی کتابت فرمائی ؟

بیچارے کیا جواب دینگے شائد انہوں نے کاتبان وحی کے اسماء گرامی ہی پہلی مرتبہ پڑھے ہوں ۔ جب جواب نہیں میں ہے اور یقینا نہیں میں ہے تو صرف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے اس طرح سوال کرنا بد بختی نہیں تو کیا ہے ؟

کیا یہ ان کی شان کتابت وحی کا منکر بنانے کا جال نہیں ؟

اے مسلمانانِ اہلسنّت ہشیار رہنا یہ رافضیت و تفضیلیت کی اندھا دھند یلغار ہے ۔

اندھے بلکہ جاہل معترضین کے لئے مزید چشم کشا علم بخش دوائی حاضر ہے ۔

کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے آپ کی اسی ذمہ داری کی بابت سیدنا عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنھم فرماتے ہیں : و کان یکتب الوحی ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ وحی لکھا کرتے تھے ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا یہ فرمان امام بیہقی متوفی 458ھ نے نقل کیا ہے

اور اس(قول)کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں : قد صح عن ابن عباس ، ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے جو روایت ہے صحیح ہے ۔(دلائل النبوۃ باب ما جاء فی دعائہ ، ج 6 ص243 ،چشتی)(تاریخ الاسلام حرف المیم معاویہ بن ابی سفیان ج 4 ص309

اسی شرف سے مشرف ہونے کی بنا پر جلیل المرتبت محدثین اور علماء ربانیین و اولیاء کاملین آپ کو کاتب وحی کہہ کر یاد کرتے رہے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابو بکر محمد بن حسین آجری بغدادی) متوفی360 ھ (فرماتے ہیں : معاویۃ رحمہ اللہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی وحی اللہ عزوجل وھو القرآن بامر اللہ عزوجل ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب سیدنا امیر معاویہ پر اللہ رحم فرمائے آپ اللہ کے حکم سے وحی الہی؛ قرآن پاک لکھا کرتے تھے ۔ الشریعہ کتابت فضائل معاویۃ جلد نمبر 5 صفحہ نمبر2431 ،چشتی

حافظ الکبیر امام ابو بکر احمد بن حسین خراسانی بیہقی) متوفی458 ھ (فرماتے ہیں : وکان یکتب الوحی ، سیدنا امیر معاویہ کاتب وحی تھے ۔ دلائل النبوۃ ج6ص 243

امام شمس الائمہ ابوبکر محمد بن سرخسی حنفی)متوفی 483 ھ (فرماتے ہیں : وکان کاتب الوحی ۔) المبسوط کتاب الاکراہ ج 24 ص47

امام قاضی ابو الحسین محمد بن محمد حنبلی)ابن ابی یعلی) (متوفی526 ھ (فرماتے ہیں

)معاویۃ (کاتب وحی رب العلمین ، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام جہانوں کے رب کی وحی کے کاتب تھے ۔ الاعتقاد۔ الاعتقاد فی الصحابۃ ص43

امام حافظ ابو قاسم اسماعیل بن محمد قرشی طلیحی) قوام السنۃ) (متوفی(535

فرماتے ہیں : معاویۃ کاتب الوحی ۔) الحجۃ فی بیان المحجۃ ج 2ص 570رقم(566

علامہ ابو الحسن علی بن بسام الشنتریني اندلسی) متوفی542 ھ (فرماتے ہیں:

معاویۃ بن ابی سفیان کاتب الوحی ۔) الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ ج1ص(110

حافظ ابو عبداللہ حسین بن ابراھیم جوزقانی)متوفی543 ھ (فرماتے ہیں) : معاویۃ (کاتب الوحی ۔) الاباطیل و المناکیر و الصحاح و المشاھیر باب فی فضائل معاویۃ ص116رقم(191

علامہ ابو الفتوح محمد بن محمد طائی ہمذانی) متوفی555 ھ (فرماتے ہیں : معاویۃ کاتب وحی رسول رب العلمین و معدن الحلم والحکم ، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ رسول رب العلمین کے کاتب وحی اور حلم و دانائی کے کان تھے ۔) کتاب الاربعین فی ارشاد السائرین ص(174

امام حافظ ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ شافعی) ابن عساکر) (متوفی (571 فرماتے ہیں) : معاویۃ رضی اللہ تعالی عنہ (خال المؤمنین وکاتب وحی رب العلمین ، حضرت امیر معاویہ تمام مؤمنوں کے خالو ہیں اور تمام جہانوں کے رب کی وحی کے کاتب ہیں ۔) تاریخ دمشق الکبیر ذکر من اسمہ معاویۃ ، معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر ج 59ص 55رقم(7510

امام حافظ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی) متوفی497 ھ (نے کشف المشکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے 12 کاتبوں کا تذکرہ کیا ہے ، جن میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں ۔) کشف المشکل ج2ص(96

ابو جعفر محمد بن علی بن محمد ابن طباطبا علوی)ابن الطقطقی) (متوفی709 ھ(

نے لکھا ہے : و اسلم معاویۃ وکتب الوحی فی جملۃ من کتبہ بین یدی الرسول ،

اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور ان سب میں رہکر کتابت کی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے حضور کتابت کرتے تھے ۔) الفخری فی الآداب السلطانیۃ من سیرۃ معاویۃ ص 109،چشتی(

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی شافعی) متوفی (774 لکھتے ہیں : ثم کان ممن یکتب الوحی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، پھر) حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (ان میں سے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے سامنے وحی لکھتے تھے ۔ جامع المسانید والسنن الھادی ج 8ص 31 رقم 1760

حافظ ابراھیم بن موسی مالکی شاطبی) متوفی790 ھ (نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتاب وحی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ذکر فرمایا ۔) الاعتصام صفحہ نمبر(239

حافظ ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی) متوفی807 ھ (نے بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کُتّابِ وحی کے باب میں سیدنا امیر معاویہ کا تذکرہ کیا ہے ۔) مجمع الزوائد باب فی کُتّاب الوحی ج 1 ص 53 رقم(686

علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن علی حسینی مقریزی) متوفی845 ھ (فرماتے ہیں : و کان یکتب الوحی ، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے ۔) امتاع الاسماع اجابۃ اللہ دعوۃ الرسول ج 12 ص(113

امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی) متوفی852 ھ (لکھتے ہیں : معاویۃ بن ابی سفیان ، الخلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی ، سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہما خلیفہ ہیں صحابی ہیں آپ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور وحی کی کتابت فرمائی ۔) تقریب التھذیب حرف المیم ص 470رقم(6758

امام حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی) متوفی (855 لکھتے ہیں : معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب الاموی کاتب الوحی ۔(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ج2 ص 73رقم)71

علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی مصری شافعی) متوفی (923 لکھتے ہیں : و ھو مشہور بکتابۃ الوحی ، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ مشہور کاتب وحی ہیں ۔) المواھب اللدنیۃ الفصل السادس ج 1 ص(533

علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں بھی لکھا ہے کہ : معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب کاتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذا المناقب الجمعۃ ۔) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ ج1ص 170رقم(71

امام حافظ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد) ابن حجر (ہیتمی مکی شافعی) متوفی974 ھ (لکھتے ہیں : معاویۃ بن ابی سفیان اخی ام حبیبۃ زوجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب الوحی ، حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ سیدہ ام حبیبہ زوجہ رسول رضی اللہ تعالی عنھا و صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور کاتب وحی ہیں ۔) الصواعق المحرقہ صفحہ نمبر355 ،چشتی(

علامہ عبد الملک بن حسین بن عبد الملک عاصمی مکی) متوفی1111 ھ (نے لکھا ہے : معاویۃ و کان یکتب الوحی ۔) سمط النجوم العوالی ج3ص(55

علامہ اسماعیل بن مصطفیٰ حقی حنفی) متوفی1127 ھ (لکھتے ہیں : معاویۃ رضی اللہ تعالی عنہ کاتب الوحی ۔)تفسیر روح البیان جزء 1 تحت سورۃ بقرۃ ایت 90 ج 1 ص(180

امام اہل سنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم پر قرآن عظیم کی عبارت کریمہ نازل ہوتی عبارت میں اعراب نہیں لگائے جاتے تھے (حضور کے حکم سے صحابہ کرام مثل : امیر المؤمنین عثمان غنی و حضرت زید بن ثابت و امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم اسے لکھتے ؛ ان کی تحریر میں بھی اعراب نہ تھے ، یہ تابعین کے زمانے سے رائج ہوئے ، اللہ تعالی اعلم ۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ج 26ص493/492

شارح بخاری علامہ سید محمود احمد بن سید ابو البرکات احمد بن سید دیدار علی شاہ محدث الوری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ایمان لانے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ خدمت نبوی سے جدا نہ ہوئے ہما وقت پاس رہتے اور وحی الہی کی کتابت کرتے ۔ شان صحابہ ؛ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام ص32

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلّم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جبرائیل علیہ السّلام سے مشورہ کے بعد کاتب وحی بنایا جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا کیوں نہیں وہ امین ہیں ۔ تاریخ ابن کثیر مترجم حصّہ ہفتم ، ہشتم صفحہ158

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کاتب وحی تھے)(معانی الاخبار صفحہ 394 شیعہ مصنف شیخ صدوق کا انتہائی گستاخانہ انداز میں مجبورا اقرار)سنیوں کے لبادے میں چھپے رافضی منکر اب کیا کہتے ہیں ؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی اور اُمتِ رسول) صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلّم (کے ماموں ہیں ۔(تاریخ مدینہ دمشق الجزء التّاسع و الخمسون صفحہ)55

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ اُمتِ مُسلمہ کے ماموں اور رب العالمین کی وحی کے کاتب ہیں دیگر کاتبان وحی کے ساتھ وحی لکھتے تھے ۔) تاریخ ابن کثیر جلد نمبر ہفتم ، ہشتم صفحہ نمبر33 ،چشتی(

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلّم خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحی لکھواتے حروف بتاتے یہ ایسے ایسے لکھو ۔) تفسیر دُرِّ منثور جلد اوّل صفحہ نمبر 45 مترجم اردو(

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلّم کے خطوط اور وحی الٰہی لکھا کرتے تھے ۔ (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ نمبر 620 حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مترجم مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول) صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلّم (اور کاتب وحی اور وحی الٰہی کے امین ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو دوسروں پر قیاس مت کرو ۔ کتاب الشفا مترجم اردو جلد نمبر 1 صفحہ نمبر61

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جبرائیل امین علیہ السّلام کے مشورے سے کاتبِ وحی بنایا جبرائیل امین علیہ السّلام نے عرض کیا معاویہ امانت دار ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیئے دعائیں فرمائیں اور فرمایا اے معاویہ میں تم سے ہوں اور تُم مجھ سے ہو تم میرے ساتھ جنّت میں ہوگے ۔ سیرتِ حلبیہ مترجم اردو جلد نمبر 5صفحہ 289 مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی،چشتی

شیخ الاسلام منہاج القرآن جناب ڈاکٹر محمد طاہرُ القادری صاحب لکھتے ہیں : کتابتِ وحی کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مقرر فرمایا ہوا تھا، جو حسب ضرورت کتابتِ وحی کے فرائض انجام دیتے تھے، کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے زیادہ مشہور یہ حضرات ہیں:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ ابن الربیع رضی اللہ عنہ، حضرت معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ عنہ، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا تھا، قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، اور چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں ۔ عسقلانی، فتح الباری،18 : 9 ،چشتی(۔)سیرۃُ الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصی و رِسالتی اہمیت صفحہ 59

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی ، عظیم المرتب صحابی اور تمام اہل اسلام کے ماموں ہیں مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی مفتی منہاج القرآن کا فتویٰ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابی ہیں ، کاتب وحی ہیں ۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں ۔ اس لحاظ سے تمام اہل اسلام کے قابل صد تکریم روحانی ماموں ہیں ۔ لہذا کوئی مسلمان ان کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتا اور جو گستاخی کرے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا ۔) ماہنامہ منہاج القرآن جنوری 2013 ء الفقہ آپ کے دینی مسائل،چشتی(

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب مقرر فرمائیں گے ؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے عرض کیا گیا کہ : ومعاویة، تجعله کاتبا بین یدیک ؟ ۔

ترجمہ : کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب مقرر فرمائیں گے ؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا : جی ہاں ۔(صحیح مسلم2/304 : ، ح(2501 :

ایک روایت میں ہے : وکان یکتب الوحي ۔

ترجمہ : معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے ۔(دلائل النبوة للبیهقي6/243 : ، وسندہ صحیح)

تبع تابعی ، شیخ الاسلام ، معافی بن عمران رحمتہ اللہ علیہ) م 185/186 : ھ (فرماتے ہیں : معاویة ، صاحبه ، وصهره ، وکاتبه ، وأمینه علي وحي اللہ ۔

ترجمہ : سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے صحابی ، آپ کے سالے ، آپ کے کاتب اور اللہ کی وحی کے سلسلے میں آپ کے امین تھے ۔) تاریخ بغداد للخطیب : 1/209،چشتی)(تاریخ ابن عساکر59/208 : ، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر8/148 : ، وسندہ صحیح(

امام حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ 499-571) ھ (فرماتے ہیں : وأصح فی فضل معاویۃ حدیث أبي جمرۃ عن ابن عباس، أنہ کان کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ أسلم ۔

ترجمہ : حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اصح حدیث ابوجمرہ کی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کردہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جب سے اسلام لائے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے کاتب تھے ۔) البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر(8/128 :

امام ابومنصور معمر بن احمد اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ) م 428 : ھ (اہلسنت کا اجماعی عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : وأن معاویۃ بن أبي سفیان کاتب وحي اللہ وأمینہ، وردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وخال المؤمنین رضي اللہ عنہ ۔

ترجمہ : سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحی الٰہی کے کاتب و امین ہونے ، نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ساتھ ایک سواری پر سوار ہونے اور مؤمنوں کے ماموں ہونے کا شرف حاصل ہے ۔) الحجۃ فی بیان المحجۃ لِلإمام قوام السنۃ أبي القاسم إسماعیل بن محمد الأصبهاني1/248 : ، وسندہ صحیح(

امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ) م 620 : ھ (مسلمانوں کا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں : ومعاویۃ خال المؤمنین، وکاتب وحي اللہ، وأحد خلفاء المسلمین ۔

ترجمہ : سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مؤمنوں کے ماموں ، کاتب وحی الٰہی اور مسلمانوں کے ایک خلیفہ تھے ۔) لمعۃ الاعتقاد صفحہ(33 ۔)طالبِ دعا و دعا گو ڈاکٹر فیض احمد چشتی(

مولا علی اہل بیت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے باہمی تعلقات و محبت

محترم قارئینِ کرام :

دشمنانِ اسلام لوگوں کی پوری کوشش رہی ہے کہ اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ ایک دوسرے کا دشمن ثابت کیا جائے ۔ کبھی وہ ان کی زبان سے ایک دوسرے پر لعنت کہلواتے ہیں ، کبھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہلواتے ہیں اور ان کے اسلام میں شک کرواتے ہیں ۔ درحقیقت یہ ان کے اپنے جذبات ہیں جنہیں وہ زبردستی اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے کہلوانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ایسی تمام روایات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کی سند میں کوئی نہ کوئی جھوٹا راوی جیسے ابو مخنف ، ہشام کلبی ، سیف بن عمر یا واقدی ضرور موجود ہو گا ۔ یہاں ہم چند روایات اور کچھ نکات پیش کر رہے ہیں ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کی ایک دوسرے کے بارے میں کیا رائے تھی ؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مولا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں ہونے والے اختلاف اور معافی ، کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دے دی تھی ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مولا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے ۔(تفسیر در منثور جلد 1 صفحہ 831 مترجم اردو)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دی بر حق ہے ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ امت کے دو گروہوں میں صلح کروائیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خبر دی حق ہے ۔

اسی طرح دیگر صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کے متعلق خبریں بر حق ہیں ۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی رنجش و اختلاف اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی خبر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دی اس فرمان کے بعد اس پر کیچڑ اچھالنے والے ، توہین کرنے والے اور اعتراضات کرنے والے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات اقدس اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمانِ اقدس کی توہین نہیں کر رہے ؟

اے اہل ایمان سوچیے اور فیصلہ کیجیے اللہ ہمیں اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور بے ادبی سے بچائے آمین ۔

حضرت معاویہ رضی للہ عنہ نے فرمایا میرا حضرت علی رضی للہ عنہ سے اختلاف صرف حضرت عثمان رضی للہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اور اگر وہ خون عثمان رضی للہ عنہ کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا ۔ البدایہ و النہایہ جلد 7 صفحہ 259

حضرت علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ نے فرمایا ۔ میرے لشکر کے مقتول اور حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں ۔ مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 258 ،چشتی

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ نے جنگ صفین سے واپسی پر فرمایا۔ امارات معاویہ رضی للہ عنہ کو بھی خزانہ سمجھو کیونکہ جس وقت وہ نہ ہوں گے تم سروں کو گردنوں سے اڑتا ہوا دیکھو گے ۔ شرح عقیدہ واسطیہ

حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کو جب شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ کو خبر ملی تو سخت افسردہ ہوگئے اور رونے لگے ۔(البدایہ جلد 8 صفحہ 130

حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے حضرت المرتضیٰ رضی للہ عنہ کو صاحب فضل کہا۔(البدایہ جلد 8 صفحہ)131

حضرت ابو امامہ رضی للہ عنہ سے سوال کیا گیا حضرت امیر معاویہ و عمر بن عبدالعزیز میں سے افضل کون ہے ؟ آپ نے فرمایا ہم اصحاب مسجد کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ' افضل ہونا تو کجا ہے ۔) الروضہ الندیہ شرح العقیدہ الواسطیہ صفحہ(406

حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے ایک قتل کے مسئلہ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ سے رجوع کیا ۔) موطا امام مالک(

حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے روم کے بادشاہ کو جوابی خط لکھا تو اس میں یہ لکھا حضرت علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ میرے ساتھی ہیں اگر تو ان کی طرف غلط نظر اٹھائے گا تو تیری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ دوں گا ۔) تاج العروس صفحہ(221

حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے فرمایا" اے نصرانی کتے اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ کا لشکر تیرے خلاف روانہ ہوا تو سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی للہ عنہ کے لشکر کا سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑ دینے والا معاویہ ہوگا ۔) بحوالہ مکتوب امیر معاویہ البدایہ(

حضرت علی کے بھائی عقیل اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف حضرت معاویہ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان ، حضرت علی کے قریبی ساتھی تھے اور آپ نے انہیں ایران و خراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا ۔ ایک بار عقیل ، معاویہ کے پاس بیٹھے تھے تو معاویہ نے جی کھول کر علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر ، خوبصورتی میں موسم بہار ، جود و سخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا" : اے ابو یزید) عقیل ! (میں علی بن ابی طالب کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں ۔ علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں ۔ علی میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں ۔ عقیل نے یہ سن کر کہا : امیر المومنین ! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی ۔) ابن عساکر۔42/416 ،چشتی(

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد جو خط شہروں میں بھیجا، اس میں فرمایا :ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں مقابلہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک ، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی اسلام کے متعلق دعوت ایک۔ اس معاملے میں نہ وہ ہم سے زیادہ تھے اور نہ ہم ان سے۔ صرف ایک معاملے میں ہم میں اختلاف ہوا اور وہ تھا خون عثمان کا جبکہ ہم اس سے بری تھے ۔(سید شریف رضی نہج البلاغہ خط نمبر)58

ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی دینی سوال کیا ۔ آپ نے فرمایا : اس بارے میں علی بن ابی طالب سے پوچھ لیجیے ، وہ مجھ سے زیادہ بڑے عالم ہیں۔ "اس نے کہا" : امیر المومنین !آپ کی رائے، میرے نزدیک علی کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ "آپ نے فرمایا" :آپ نے تو بہت ہی بری بات کی اور آپ کی رائے بہت ہی قابل مذمت ہے۔ کیا آپ ان صاحب) علی (کی رائے کو ناپسند کر رہے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے عزت بخشی ہے ؟ آپ نے انہیں فرمایا تھا :

علی ! آپ میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو کہ موسیٰ کے نزدیک ہارون) علیہا الصلوۃ والسلام کی تھی ۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ ابن عساکر۔42/170

خوارج نے حضرت علی ، معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حملہ آور کو پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا" : میرے پاس ایسی خبر ہے جسے سن کر آپ خوش ہو جائیں گے ۔ اگر میں آپ سے وہ بیان کر دوں تو آپ کو بہت نفع پہنچے گا۔ " آپ نے فرمایا" : بیان کرو ۔ "کہنے لگا" : آج میرے بھائی نے علی کو قتل کر دیا ہو گا ۔ "آپ نے فرمایا : "کاش ! تمہارا بھائی ان پر قابو نہ پا سکے ۔ طبری۔357-3/2

جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" : لوگو !آپ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری کو ناپسند مت کریں ۔ اگر آپ نے انہیں کھو دیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے ۔) ابن ابی شیبہ المصنف(14/38850

حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ مُجَالِدٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ الْحَارِثِ ، قَالَ : لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّينَ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ أَبَدًا , فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا , وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ كَانَ لَا يَتَحَدَّثُ بِهَا , فَقَالَ : فِيمَا يَقُولُ " : أَيُّهَا النَّاسُ , لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ , وَاللَّهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ ! لَقَدْ رَأَيْتُمُ الرُّءُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ ۔) مصنف ابن أَبِي شيبة « كِتَابُ الْجَمَلِ « بَابُ مَا ذُكِرَ فِي صِفِّينَ رقم الحديث37151 :،چشتی(

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہو گئی تو علی اپنے مقتولین کی جانب نکلے اور فرمایا" : یہ لوگ جنت میں ہوں گے ۔ "پھر معاویہ کے مقتولین کی طرف چلے اور فرمایا" :یہ لوگ بھی جنت میں ہوں گے۔) روز قیامت (یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان ہو گا۔

فیصلہ میرے حق میں دیا جائے گا اور معاویہ کو معاف کر دیا جائے گا۔ مجھے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بتایا تھا۔) ابن عساکر۔(59/139

ان واقعات کو پڑھنے کے بعد کوئی ذی شعور بے سند اور لا یعنی بات نہیں کر سکتا ایک اور بات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہم سے زیادہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے قریبی ہیں جب انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان سے سالانہ وظائف بھی قبول کرتے رہے تو ہمیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کا کوئی حق نہیں .کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کسی کافر یا فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے . اب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید درپردہ سرداران نوجوانان جنت رضی اللہ عنہما پر تنقید ہے۔

حضرت امیر معاویہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں جنگ آزما ہونے کے بعد بھی ان کے تمام فضائل کے معترف تھے اورانہوں نے بارہا اوربرملا ان کا اعتراف کیا ، جنگ صفین کی تیاریوں کے وقت جب ابو مسلم خولانی ان کو سمجھانے کے لئے گئے اور کہا معاویہ میں نے سنا ہے کہ تم علی سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہو، تم کو سبقت اسلام کا شرف حاصل نہیں ہے ، پھر کس برتے پر اٹھو گے تو انہوں نے صاف صاف اعتراف کیا کہ مجھے اس کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں فضل میں ان کے مثل ہوں ، میں تو صرف قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو مانگتا ہوں ، اپنی وفات کے کچھ دنوں پہلے انہوں نے مجمع عام میں جو تقریر کی تھی، اس کے الفاظ یہ تھے کہ میرے بعد آنے والا مجھ سے بہتر نہیں ہوگا، جیسا کہ میں اپنے پیش رو سے بہتر نہیں ہوں۔ ابن الاثیر:۴/۲،مطبوعہ یورپ)9

وہ نہ صرف حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ؛ بلکہ خاندانی بنی ہاشم کے شرف و فضیلت کے معترف تھے ، ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بنی امیہ اشرف ہیں یا بنی ہاشم ، انہوں نے

زمانہ جاہلیت کی پوری تاریخ دہرا کر دونوں کی فضیلت کا اعتراف کیا اورآخر میں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلّم کی بعثت کے بعد بنی ہاشم کی فضیلت کو کون پہنچ سکتا ہے ۔) البدایہ والنہایہ:۸/۱۳۸(

حضرت مولاء علی مشکل کشاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو !معاویہ کی گورنری کو ناپسند نہ کرو۔ واللہ !اگر تم نے انہیں کھو دیا تو تم ضرور دیکھو گے کہ سر، شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہوں گے جیسا کہ حنظل کا پھل اپنے پودے سے گرتا ہے ۔) ابن ابی شیبہ المصنف کتاب الجمل باب صفین جلد 1۔38850،چشتی)(ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ۔(12/40

حضرت مولاء علی مشکل کشاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زید بن اصم کہتے ہیں کہ جب علی اور معاویہ کے درمیان صلح ہو گئی تو علی) رضی اللہ عنہ (اپنے مقتولین کی جانب نکلے اور فرمایا" : یہ لوگ جنت میں ہوں گے ۔ "پھر معاویہ) رضی اللہ عنہ (کے مقتولین کی طرف چلے اور فرمایا" : یہ لوگ بھی جنت میں ہوں گے۔) روز قیامت (یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان ہو گا۔ فیصلہ میرے حق میں دیا جائے گا اور معاویہ) رضی اللہ عنہ (کو معاف کر دیا جائے گا۔ مجھے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بتایا تھا۔) ابن عساکر۔139/59 ،چشتی(

اہل تشیع کی مشہور کتاب نہج البلاغہ میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا ایک مراسلہ (Circular) نقل کیا گیا ہے جو آپ نے جنگ صفین کے بارے میں شہروں میں بھیجا۔ اس میں لکھا ہے : حضرت علی علیہ السلام کا خط، جو آپ نے شہروں کی جانب لکھا، اس میں آپ نے اپنے اور اہل صفین کے درمیان ہونے والے واقعے کو بیان فرمایا: ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہم اہل شام کے ساتھ ایک میدان میں اکٹھے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی اسلام کے متعلق دعوت ایک۔ اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق کے معاملے میں نہ ہم ان سے بڑھ کر تھے اور نہ وہ ہم سے بڑھ کر۔ صرف ایک معاملے میں ہم میں اختلاف ہوا اور وہ تھا خون عثمان کا جبکہ

ہم اس سے بری تھے۔ ہم نے اس کا حل یہ پیش کیا کہ جو مقصد آج نہیں حاصل ہو سکتا ہے، اس کا وقتی علاج یہ کیا جائے کہ آتش جنگ کو خاموش کر دیا جائے اور لوگوں کو جذبات کو پر سکون ہو لینے دیا جائے۔ اس کے بعد جب حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے گا اور حالات ساز گار ہو جائیں گے تو ہم اتنے طاقتور ہو جائیں گے کہ حق) یعنی قصاص (کو اس کے مقام پر رکھ لیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اس کا علاج صرف جنگ ہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ نے اپنے پاؤں پھیلا دیے اور جم کر کھڑی ہو گئی۔ شعلے بھڑک اٹھے اور مستقل ہو گئے۔ سب نے دیکھا کہ جنگ نے دونوں فریقوں کو دانت سے کاٹنا شروع کر دیا ہے اور فریقین میں اپنے پنجے گاڑ دیے ہیں تو وہ میری بات ماننے پر آمادہ ہو گئے اور میں نے بھی ان کی بات کو مان لیا اور تیزی سے بڑھ کر ان کے مطالبہ صلح کو قبول کر لیا۔ یہاں تک کہ ان پر حجت واضح ہو گئی اور ہر طرح کا عذر ختم ہو گیا۔ اب اس کے بعد کوئی اس حق پر قائم رہ گیا تو گویا اپنے آپ کو ہلاکت سے نکال لے گا ورنہ اسی گمراہی میں پڑا رہ گیا تو ایسا عہد شکن ہو گا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ گردش ایام اسی کے سر پر منڈلا رہی ہو گی ۔ سید شریف رضی۔ نہج البلاغہ۔ خط نمبر58 ،چشتی

یہ تحریر وہ خط ہے جو نہج البلاغہ کے مولف شریف رضی کے مطابق مختلف شہروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بھیجا گیا تاکہ اس جنگ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقطہ نظر کو واضح کیا جا سکے ۔ انڈر لائن الفاظ سے واضح ہے کہ آپ ، اہل شام کو عین مسلمان سمجھتے تھے اور ہر حال میں صلح چاہتے تھے ۔ اس سے ابو مخنف کی ان روایات کی بھی تردید ہو جاتی ہے جن کے مطابق حضرت علی جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے اور اپنے ساتھیوں کے مجبور کر دینے پر وہ بادل نخواستہ جنگ بندی کے لیئے تیار ہوئے تھے ۔

فرمان مولا علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے بھائی ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے بھائی ہیں ان سے خطاء اجتہادی ہوئی ہم سب ساتھ ہونگے ۔) ازالۃُ الخفاء جلد 4 صفحہ (522

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بڑے نیک جذبات تھے اور اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے تعلق سے ان کا رویہ ہمیشہ ہم دردانہ اور مشفقانہ رہا ہے آیئے اس سلسلے میں ایک مختصر مضمون پڑھتے ہیں : حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعلق اتنا ہمدردانہ تھا کہ جب قیصر روم نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا خطرناک منصوبہ بنایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے قیصر روم کو ایسا تہدید نامہ لکھا جس کو پڑھ کر اس کے ہوش اڑ گئے اور وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا خط کا مضمون یہ تھا : اے لعنتی انسان، مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے کہ اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے ملک کی طرف واپس لوٹ نہ گیا تو پھر میں اور میرے چچا زاد بھائی)حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ (تیرے خلاف صلح کر لیں گے . پھر تجھے تیرے ہی ملک سے نکال بھگائیں گے اور اس زمین کو اس کی وسعتوں کے باوجود تجھ پر تنگ کر دیں گے ۔) البدایہ و النہایہ، ج:۸،ص:۱۱۹(

خارج نے حضرت مولا علی ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حملہ آور کو پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا : "میرے پاس ایسی خبر ہے جسے سن کر آپ خوش ہو جائیں گے ۔ اگر میں آپ سے وہ بیان کر دوں تو آپ کو بہت نفع پہنچے گا ۔ " حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" : بیان کرو ۔ "کہنے لگا " : آج

میرے بھائی نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہو گا۔ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" : کاش تمہارا بھائی ان پر قابو نہ پا سکے۔) تاریخ طبری۔357-2/3 ،چشتی(

ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی دینی سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اس بارے میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بن حضرت ابی طالب سے پوچھ لیجئے ، وہ مجھ سے زیادہ بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا : امیر المومنین آپ کی رائے ، میرے نزدیک علی) رضی اللہ عنہ (کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : آپ نے تو بہت ہی بری بات کی اور آپ کی رائے بہت ہی قابل مذمت ہے۔ کیا آپ ان صاحب) حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ (کی رائے کو ناپسند کر رہے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے علم سے عزت بخشی ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے انہیں فرمایا تھا : علی) رضی اللہ عنہ (آپ میرے لیئے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو کہ موسی کے نزدیک ہارون) علیہما الصّلوۃ والسّلام (کی تھی۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔) ابن عساکر۔(42/170

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایران و خراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک بار حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جی کھول کر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر ، خوبصورتی میں موسم بہار ، جود و سخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا" : اے ابو یزید) عقیل ! (میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ

قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں ۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں ۔ "عقیل نے یہ سن کر کہا" : امیر المومنین ! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی ۔) ابن عساکر۔(42/416

ذرا سوچیں کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ہم دردی کے جذبات نہ ہوتے تو وہ قیصر روم کو ایسا تہدید نامہ کبھی نہ لکھتے بلکہ اگر کوئی ذاتی پرخاش ہوتی تو در پردہ یا علانیہ قیصر روم کی مدد بھی کرتے .حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ سلوک ان دونوں کے برادرانہ تعلقات کی روشن دلیل ہے ۔

اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی کتنی قدر تھی اس کا اندازہ اس وصیت نامے سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے اپنے مرض الموت میں اپنے بیٹے یزید پلید کے لیے لکھوایا تھا ۔ اس وصیت نامے کا ایک خاص اقتباس آپ بھی پڑھیں : البتہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے تم کو) یعنی یزید کو (خطرہ ہے ، اہل عراق انہیں تمہارے مقابلے میں لا کر چھوڑ دیں گے . جب وہ تمہارے مقابلے میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار ، بڑے حق دار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عزیز ہیں ۔) تاریخ طبری ج:۵،ص:۱۹۶،چشتی(

شیعہ مولوی ملا باقر مجلسی کتاب جلاء العیون میں لکھتا ہے : حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ وصال کے وقت یزید کو یہ وصیت فرماگئے کہ امام حسین رضی للہ عنہ پس ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ہے ۔ تجھے معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے بدن کے ٹکڑے ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے گوشت و خون سے انہوں نے پرورش پائی ہے ۔ مجھے معلوم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی مدد نہ کریں گے ۔ تنہا چھوڑ دیں گے اگر ان پر قابو پالے تو ان کے حقوق کو پہچاننا ' ان کا مرتبہ جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ہے اس کو یاد رکھنا ' خبردار ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا ۔) جلاء العیون جلد دوم صفحہ نمبر(421,422

ایک اور شیعہ عالم ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی للہ عنہ نے مزید کو یہ وصیت فرمائی : کہ اے بیٹا !ہوس نہ کرنا اور خبردار جب للہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو تو تیری گردن میں حسین بن علی رضی للہ تعالیٰ عنہما کا خون نہ ہو ۔ ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا ۔

محترم قارئین کرام : غور کیجئے حضرت معاویہ رضی للہ عنہ ' یزید کو یہ وصیت کر رہے ہیں کہ ان کی تعظیم کرنا بوقت مصیبت ان کی مدد کرنا ۔ اب اگر یزید پلید اپنے والد کی وصیت پر عمل نہ کرے تو اس میں حضرت معاویہ رضی للہ عنہ کا کیا قصور ؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پلید کو کافر لکھا ہے اور اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ یزید پلید ' شرابی ' ظالم اور امام حسین رضی للہ عنہ کے خون کا ذمہ دار ہے ' لیکن اس کے بدلے میں حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کو بدنام کرنا یہ کون سی دیانت ہے ؟

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ، اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے ۔ وہ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے ، انہیں خوش آمدید کہتے اور عطیات دیتے۔ ایک ہی دن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے انہیں بیس لاکھ درہم دیے ۔) ابن عساکر۔59/193 ،چشتی(

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا : میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ دیا ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو چالیس لاکھ درہم دیے ۔ ایک مرتبہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں ان کے پاس آئے تو انہیں بیس بیس لاکھ درہم دیے ۔) ابن عساکر۔(59/193

اہل تشیع کے بڑے عالم اور نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید لکھتے ہیں : معاویہ دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے دس دس لاکھ درہم بطور عطیہ دیئے ۔ ان کا بیٹا یزید پہلا آدمی تھا جس نے ان عطیات کو دوگنا کیا ۔ حضرت علی کے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ہر سال دس دس لاکھ درہم دیئے جاتے ۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بھی دیئے جاتے ۔) ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغۃ(

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برابر ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتے رہے ۔ وہ انہیں عطیہ دیتے اور ان کی بھرپور عزت کرتے ۔) ابن کثیر۔11/477 ،چشتی(

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو تحفے بھیجنا اتنی معروف بات ہے کہ ابو مخنف کو بھی اس سے انکار نہیں ہے ۔ موصوف لکھتے ہیں : معاویہ ہر سال حسین رضی اللہ عنہما کو ہر قسم کے تحفوں کے علاوہ دس لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے ۔) ابو مخنف۔ مقتل الحسین علیہ السلام۔ قم :مطبعہ امیر (

محترم قارئینِ کرام : اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فرق مراتب بے شمار

اور حق بدست حیدر کرار

مگر معاویہ بھی ہمارے سردار

طعن ان پر بھی کار فجار

جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذ باللہ حضرت علی اسد للہ رضی اللہ عنہ کے سبقت و اوّلیت و عظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی اور جو حضرت علی اسد للہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی ہے یہی روش آداب بحمد للہ تعالیٰ ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے ۔) فتاوی رضویہ جلد 10 صفحہ 201 قدیم ایڈیشن(،)فتاویٰ رضویہ، جلد10، صفحہ199، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور،چشتی(

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مرتبہ کا فرق شمار سے باھر ہے ۔ اگر کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت امام المسلمین مولا علی مشکل کُشاء رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کو گرائے وہ ناصبی یزیدی ہے ۔ اور جو مولا علی شیر خُدا رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرے وہ زیدی شیعہ ہے ۔ الحمد للہ ہمارا اہلسنت کا مسلک مسلکِ اعتدال ہے جو ہر صاحبِ فضل کو بغیر کسی دوسرے کی تنقیص و توہین کے مانتا ہے ۔ آج کے جاہلوں نے محبتِ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے لیے بُغضِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرط بنا لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آل و اصحاب کی محبت میں موت عطا فرمائے آمین ۔ ان شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ پر اہل بیت سے بغض و عناد کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے .اس لیے ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے بارے میں سب و شتم سے ہرگز کام نہ لیں اور ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کریں کہ یہی اسوہ رسول ہے ، اسی میں ملت کی بھلائی ہے اور اسی میں ہم سب کی نجات ہے ۔

ایک سید کا نام حضرت امیر معاویہ و دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر کیوں لکھ رہے ہیں کا جواب

محترم قارئین:

مجھے کچھ لوگوں کے میسج آئے کہ ڈاکٹر صاحب آپ دفاعِ صحابہ و دفاعِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم مسلسل کیوں لکھ رہے ہیں تو ان لوگوں کی خدمت صرف اتنا عرض ہے کہ کچھ سڑکوں کے آوارہ کتے صحابہ رضی

اللہ عنہم کو اس طرح کتوں کی طرح بھونکیں گے تو ہم علمی جواب دینے کا حق رکھتے ہیں چاہے یہ آدارہ کتے کسی بھی پردے، نقاب یانسبت کے پیچھے چھپ کر آئیں۔

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی مفتی منہاج القرآن کا فتویٰ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی ، عظیم المرتب صحابی اور تمام اہل اسلام کے ماموں ہیں مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی مفتی منہاج القرآن کا فتویٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے تمام اہل اسلام کے قابل صد تکریم روحانی ماموں ہیں۔ لہذا کوئی مسلمان ان کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور جو گستاخی کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ (ماہنامہ منہاج القرآن > جنوری 2013ء > الفقہ: آپ کے دینی مسائل)۔ نوٹ: الحمدللہ ہم جملہ اہلبیت اطہار اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادنیٰ غلام و نوکر ہیں اور ہمیں اِس غلامی و نوکری پر فخر ہے ہم یں کسی کی شان میں گستاخی برداشت نہیں۔

جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی خطاء اجتہادی تھی اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ہونے کے ناطے ان پر ملامت، طعن یا تنقید کرنا حرام ہے اور ان کے معاملے میں خاموشی سکوت واجب ہے۔ (اسلامن دین امن ور حمت صفحہ 432)

مجتہد کی غلطی پر بھی اجر ہے جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں: یہ صرف مجتہد کی شان کہ اجتہاد صحیح تھا مگر نتیجہ غلط نکلا تو اس کے لیے بھی اجر ہے۔ (اقسام بدعت احادیث واقوال ائمہ کی روشنی میں صفحہ 92)۔ مجتہد اگر غلطی

کر بیٹھے تو اس کے لیے اجر ہے کیونکہ مومن مجتہد کا ہر فیصلہ ہر صورت باعث اجر ہے۔ (اقسام بدعت احادیث و اقوال ائمہ کی روشنی میں صفحہ 93)

مفتی منہاج القرآن مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابی، کاتب اور ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ قرآنِ مجید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑنے والے گرد و غبار کی قسمیں کھاتا ہے: وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا۔

ترجمہ: (میدانِ جہاد میں) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قَسم جو ہانپتے ہیں۔ پھر جو پتھروں پر سم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔ پھر جو صبح ہوتے ہی (دشمن پر) اچانک حملہ کر ڈالتے ہیں۔ پھر وہ اس (حملے والی) جگہ سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ (العادیت، 100:4) (آن لائن فتویٰ سوال نمبر 3990)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بُرا کہنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ، وَإِنَّ أَصْحَابِي يَقِلُّوْنَ، فَلَا تَسُبُّوْهُمْ لَعَنَ اللهُ مَنْ سَبَّهُمْ. رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلٰى وَالطَّبَرَانِيُّ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک لوگ کثیر تعداد میں ہیں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم قلیل ہیں. سو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا مت کہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو ان کو برا بھلا کہے۔ (أخرجه أبو يعلى في المسند، 4 / 133، الرقم: 2184، والطبراني في المعجم الأوسط، 2 / 47، الرقم: 1203، وأيضًا في الدعاء / 581، الرقم: 2109، وأبو نعيم في حلية الأولياء، 3 / 350، والخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 3 / 149)

وفي رواية: عَنْ عَطَاءٍ يَعْنِي بْنَ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ حَفِظَنِي فِي أَصْحَابِي كُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَافِظًا وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ.

ترجمہ: ایک روایت میں (تابعی) حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں مجھے یاد رکھا (یعنی میرا لحاظ کیا) تو قیامت کے دن میں اسے یاد رکھوں گا اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دی تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ (اخرجہ أحمد بن حنبل في فضائل الصحابة، 1 / 54، الرقم:10، چشتی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي، فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ. وفي رواية: فَالْعَنُوْهُمْ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم کہو: تم پر اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر کی وجہ سے. ایک روایت میں ہے: انہیں لعنت (وملامت) کرو۔ (أخرجہ الترمذي في السنن، کتاب المناقب، باب ما جاء في فضل من رای النّبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 / 697، الرقم:3866، وأحمد بن حنبل في فضائل الصحابة، 1 / 397، الرقم:606، والطبراني في المعجم الأوسط، 8 / 190.191، الرقم:8366)

وفي رواية: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُ يَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي، فَإِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ، وَإِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ، وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ، وَلَا تُوَارِثُوْهُمْ، وَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ، وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی مت دو یقیناً آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم آئے گی جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہے

گی. سو (یہ لوگ) اگر بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر مر جائیں تو ان کی نمازِ جنازہ میں شریک مت ہونا، اور ان سے نکاح (وغیرہ کے معاملات) مت کرو، اور انہیں وارث مت بنانا، اور انہیں سلام مت کرنا، اور ان کے لیے دعا (مغفرت) بھی مت کرنا۔ (أخرجه الخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 8 / 143، الرقم: 4240، والمزي في تهذيب الكمال، 6 / 499، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق، 14 / 344، وابن الخلال في السنة، 2 / 483، الرقم: 769، چشتی)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

فرق مراتب بے شمار

اور حق بدست حیدر کرار

مگر معاویہ بھی ہمارے سردار

طعن ان پر بھی کارِ فجار

جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذ باللہ حضرت علی اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے سبقت واوّلیت و عظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی اور جو حضرت علی اسد اللہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی یہی روش آداب بحمد للہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔(فتاویٰ رضویہ، جلد10، صفحہ 199، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاهور، چشتی)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مرتبہ کا فرق شمار سے باھر ہے۔ اگر کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت امام المسلمین مولا علی مشکل کُشاء رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کو گرائے وہ ناصبی یزیدی ہے۔ اور جو مولا علی شیر خُدا رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرے وہ زیدی شیعہ ہے۔ الحمد للہ ہمارا اہلسنت کا مسلک مسلکِ اعتدال ہے جو ہر صاحبِ فضل کو بغیر کسی دوسرے کی تنقیص و توھین کے مانتا ہے۔ آج کے جاھلوں نے محبتِ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کیلئے بُغضِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرط بنالیا ہے۔

آخر میں منہاج القرآن سے وابسطہ وہ حضرات جو رافضیوں کے گند میں لتھڑ کر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بغض رکھتے اور لعن طعن کرتے ہیں انہیں دعوتِ فکر دیتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کی محبت و ادب عطا فرمائے آمین۔

مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا موازنہ کرنے والوں کے نام

محترم قارئین: اگر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہم انکو حضرت مولا علی مشکل کُشا شیر خُدا خیبر شکن رضی اللہ عنہ سے افضل یا برابر جانتے ہیں ہرگز نہیں، اللہ عزوجل مولائے کائنات سیدنا علی المرتضی فداہ روحی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کے صدقے ہمارے ایمان و سنیت کی حفاظت فرمائے فتنوں سے محفوظ فرمائے آمین۔ کتب عقائد اہلسنت میں اس بات کی دوٹوک صراحت ہے کہ مشاجرات صحابہ کرام

علیہم الرضوان میں سکوت کیا جائے گا۔ اس معاملے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ:

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کا درجہ ان سب (عشرہ مبشرہ وغیرہ) کے بعد ہے۔ اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقام رفیع (مراتب بلند وبالا) وشان منیع (عظمت ومنزلت) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبار فتار (ہوا سے بات کرنے والے، تیز رو، تیز گام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کر سکیں۔ مگر فضل صحبت (وشرف صحابیت وفضل) وشرف سعادت خدائی دین ہے۔ (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 370، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاھور)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضاخان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ حضرت مولا علی مشکل کُشا شیر خُدا خیبر شکن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کے درمیان بجلی کی رفتار کا گھوڑا ہزروں سال دوڑ تا رہے دوڑتا رہے تو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ اس دور میں رافضی لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیکر تبرا وبکواسات کرتے ہیں تو ہم پر بھی لازم ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تخصیص کیساتھ دفاع کریں بلکہ جس صحابی کی بھی ناموس پر حملہ ہو اسی صحابی کی تخیصیص کیساتھ شان وعظمت بیان کی جائے۔ ان کے مقام ومرتبہ میں فرق وہی جس کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضاخان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں بیان فرمایا کہ:

فرق مراتب بے شمار

اور حق بدست حیدر کرار

مگر معاویہ بھی ہمارے سردار

طعن ان پر بھی کارِ فجار

جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذ باللہ حضرت علی اسد للہ رضی اللہ عنہ کے سبقت واوّلیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی اور جو حضرت علی اسد للہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ونسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی یہی روش آداب بحمد للہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔(فتاویٰ رضویہ، جلد10، صفحہ 199، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاھور، چشتی)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مرتبہ کا فرق شمار سے باھر ہے۔اگر کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت امام المسلمین مولا علی مشکل کُشاء رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کو گرائے وہ ناصبی یزیدی ہے۔اور جو مولا علی شیر خُدا رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرے وہ زیدی شیعہ ہے۔الحمد للہ ہمارا اھلسنت کا مسلک مسلکِ اعتدال ہے جو ہر صاحبِ فضل کو بغیر کسی دوسرے کی تنقیص و توھین کے مانتاہے۔آج کے جاھلوں نے محبتِ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کیلئے بُغضِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرط بنالیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں آل واصحاب کی محبت میں موت عطافرمائے آمین۔

محترم قارئینِ کرام:حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔صحابہ کا آپسی اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے اختلاف میں زبان بند رکھی جائے۔اور ان کے فضائل بیان کیے جائیں۔ناکہ جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھ لیا کہ فضائل کے بارے میں کف لسان کیا جائے۔اللہ ان سب سے راضی ہے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے آئمہ اہلسنّت علیہم الرّحمہ کیا فرماتے ہیں آیئے پڑھتے ہیں:

امام اہلسنت ابو الحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ (324ھجری) فرماتے ہیں: جو جنگ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زبیر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین ہوئی یہ تاویل اور اجتہاد کی بنیاد پر تھی، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہی امام تھے اور یہ تمام کے تمام مجتہدین تھے اور ان کے لیئے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے جنت کی گواہی دی ہے اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کی گواہی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تمام اپنے اجتہاد میں حق پر تھے، اسی طرح جو جنگ حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین ہوئی اس کا بھی یہی حال ہے، یہ بھی تاویل واجتہاد کی بنیاد پر ہوئی، اور تمام صحابہ پیشوا ہیں، مامون ہیں، دین میں ان پر کوئی تہمت نہیں ہے، اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام کی تعریف کی ہے، ہم پر لازم ہے کہ ہم ان تمام کی تعظیم وتوقیر کریں، ان سے محبت کریں اور جو ان کی شان میں کمی لائے اس سے براءت اختیار کریں۔(الابانہ عن اصول الدیانہ صفحہ 624۔625۔626، چشتی)

قاضی ابو بکر الباقلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 304ھجری) فرماتے ہیں: واجب ہے کہ ہم جان لیں: جو امور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین واقع ہوئے اس سے ہم کف لسان کرے، اور ان تمام کے لیئے رحمت کی دعا کریں، تمام کی تعریف کریں، اور اللہ تعالی سے ان کے لیئے رضا، امان، کامیابی اور جنتوں کی دعا کرتے ہیں، اور اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ان امور میں اصابت پر تھے، اور آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے لیئے ان معاملات میں دو اجر ہیں، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جو صادر ہوا وہ ان کے اجتہاد کی بنیاد پر تھا ان کے لیئے ایک اجر ہے، نہ ان کو فاسق قرار دیا جائے گا اور نہ ہی بدعتی۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کے لیئے اللہ تعالی نے فرمایا: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ اور یہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انھیں جلد آنیوالی فتح کا انعام دیا' اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے جب حاکم اجتہاد

کرے اور اس میں اصابت پر ہو تو اس کے لیئے دو اجر ہیں، اور جو اجتہاد کرے اور اس میں خطا کرے، تو اس کے لیئے اجر ہے۔ جب ہمارے وقت میں حاکم کے لیئے اس کے اجتہاد پر دو اجر ہیں تو پھر ان کے اجتہاد پر تمہارا کیا گمان ہے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (الانصاف فی ما یجب اعتقادہ صفحہ 64، چشتی)

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 561 ھجری) فرماتے ہیں: اہل سنت صحابہ علیہم الرضوان کے آپس کے معاملات میں کف لسان، ان کی خطاؤں کے بیان سے رکنے اور ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنے پر اور جو معاملہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرات طلحہ وعائشہ ومعاویہ رضی اللہ تعالی عنہم کے مابین اختلاف ہوا اس کو اللہ تعالی کے سپرد کرنے پر متفق ہیں جیسا کہ ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں اور ان میں ہر فضل والے کو اس کا فضل دینے پر متفق ہیں۔ (الغنیۃ لطالبی طریق الحق عزوجل صفحہ 163)

احباب اہل سنت سے گزارش ہے آپ کو پریشان ہونے کی قطعا ضرورت نہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی محبت آپ کی تعریف بیان کرنا ہی اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ یہی عقیدہ متکلمین، فقہا اور صوفیہ کے اکابر آئمہ علیہم الرّحمہ کا رہا ہے۔ اسی پر گامزن رہیں۔

کف لسان کے فریب کا جواب اس سلسے میں عرض ہے کہ:

کف لسان کا حکم صرف مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے نہ کہ فضائل بیان کرنے میں نہیں! اگر فضائل بیان کرنے میں کف لسان کا حکم ہوتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک کوئی بھی آپ کے فضائل بیان نہ

کرتا۔ جب کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہاو متکلمین، مجددین، صوفیہ وصالحین اور علمائے ربانیین علیہم الرّحمہ نے آپ کے فضائل بیان کیئے۔ آپ کی شان میں مستقل کتابیں لکھیں گئیں، اور کتب اسلامیہ میں ابواب باندھے گئے۔

بعض لوگوں جوش خطابت میں بات بات پر تیرہ سو سال اور چودہ سو سال کے علمی سرمائے کا حوالہ دیتے ہیں؛ لیکن ..... اتنا نہیں سوچا کہ: مخلوط دھرنے، کرسمس ڈے، طاہری قصیدے اور جملہ اعراس وایام ایک طرف............ ،اگر کسی نے "شہر اعتکاف" کا ہی سوال کر لیا تو تیرہ سو سالہ علمی ذخیرے سے اس کی ایک بھی مثال پیش نہیں کر سکیں گے۔

ادارہ منہاج القرآن کے عظیم مفتی جناب مفتی عبد القیوم خان قادری صاحب لکھتے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلّم کے جلیل القدر صحابی، کاتب وحی اور اس امت کے ماموں ہیں ان کی شان میں کوئی مسلمان گستاخی نہیں کر سکتا ناصبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اور رافضی حضرت امیر معاویہ ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں دونوں غلط ہیں۔ (ماہنامہ منہاج القرآن جنوری 2013، چشتی)۔ منہاج کے پردے میں چھپے بعض سنی نما رافضیوں کے لیے مفتی منہاج القرآن کا فتویٰ قابل غور ہے۔

معترضین کے جلسے جلوسوں میں تصویریں اور جھنڈے بلند کیے جاسکتے ہیں تو صحابی رسول کی تعظیم کے لیئے جھنڈا کیوں بلند نہیں کیا جاسکتا؟

کیا ان کے جملہ اعمال وافعال قرون اولیٰ کی یادگار ہیں، اور صحابی رسول کے عرس، جھنڈوں اور قصیدوں کا کہیں نام و نشان تک نہیں؟

وہ کون سائنی ہے جو سیدنا علی کریم کے مقام رفیع سے آگاہ نہ ہو.........، بات صرف اتنی ہے کہ بعض لوگ سنیوں کو مولا علی پاک علیہ السّلام کے نام پر بلیک میل کرنا چاہتے ہیں، جیسے کہ بعض لوگ اپنے دھرنے میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید ملعون کے نام پر لوگوں کو بلیک میل کرتے رہے۔ ان کا مقصد صرف ذکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے

روکنا اور صحاح کی اس حدیث: لا تذکروا معاویۃ الا بخیر" کی مخالفت کرنا ہے؛ چاہے انہیں کفنوں کی نمائش کرنی پڑے، یا گہرے گڑھے کھودنے پڑیں۔

معترضین سے گزارش ہے کہ امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسالیب البدیعہ پڑھیں، تاکہ ان کا زاویہ نظر درست ہو سکے، اور یہ جان سکیں کہ علمائے امت نے صرف تکفیر و تفسیق سے ہی منع نہیں کیا، کچھ اور بھی کہا ہے۔

جناب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں کہ: صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کے ذکر پر جس کی پیشانی پر بل پڑ جائیں تو یہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی پہچان ہے جو راہ اعتدال چھوڑ چکے ہیں۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 263، ڈاکٹر محمد طاہر القادری شیخ الاسلام منہاج القرآن، چشتی)

مزید بیان فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کفر منسوب کرنے والا ان کو گالی دینے والا اشارہ یا کنایہ سے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 270)

مزید بیان فرماتے ہیں کہ: فرمان حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ہوشیار میرے حق میں دو گروہ ہلاک ہونگے ایک محبت میں میرا مرتبہ بڑھانے والے دوسرے بغض رکھنے والے۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 262، شیخ الاسلام منہاج القرآن ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب)

مزید بیان فرماتے ہیں کہ: ہمارا مطالبہ ہے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلّم اور گستاخِ صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کو پھانسی دی جائے ایسے شیطان کو جینے کا حق نہیں ہے۔ (فلسفہ شہادت صفحہ نمبر 271، شیخ الاسلام منہاج القرآن)

جنابِ من آج ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے بیانات کی روشنی میں ہمارا ابھی یہی مطالبہ ہے صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کو پھانسیاں دی جائیں کیا فرماتے ہیں آپ جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب

اور آپ کے فلاورز اس سلسلہ میں ؟ یاد رہے آپ خود اور آپ کے ادارہ کے مفتی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں ؟۔ (طالبِ دعاودعاگو ڈاکٹر فیض احمد چشتی)

سیّدُ السادات حضرت سیّد ابوالحُسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : اہلسنت و جماعت لوگ رافضیوں کے پاس آنے جانے بیٹھنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے لگے ہیں اور حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کھلا ہوا رِفض ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے

محترم قارئین کرام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا اے معاویہ توں مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں تم مجھے جنت کے دروازے پر ان دو انگلیوں کی طرح ملو گے : امام ابو بکر بن خلال رحمۃ اللہ علیہ السنہ میں حدیث نقل فرماتے ہیں : أَخْبَرَنِي حَرْبٌ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُصَفًّى، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مُعَاوِيَةُ، أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، لَتُزَاحِمُنِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ۔

ترجمہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) توں مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں تم مجھے جنت کے دروازے پر ان دو انگلیوں کی طرح ملو گے ۔ (السنۃ لابن خلال جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 454 حدیث نمبر

704)،(مسند الفردوس، باب اليا5 / 393حدیث 8530،چشتی)،(الشریعہ جلد 23کتاب فضائل معاویہ)،(لسان المیزان4 /379ح5211)،(تاریخ دمشق59 /98)

اس روایت پر تحقیقی نظر

پہلا راوی

173- حرب بن إسماعيل الكرماني الفقيه،

امام احمد بن حنبل کے ساتھی اور امام ابکر کے استاد تھے

قال أبو بكر الخلال: كان رجلا جليلا، یہ ایک عظیم مرد تھے۔

تاریخ اسلام جلد 6 صفحہ 310۔ نیز امام ذہبی فرماتے ہیں: وَمَا عَلِمْتُ بِهِ بَأْسًا میں اس میں ہرج نہیں دیکھتا۔ سیر اعلام النبلاء جلد 13 صفحہ 245

ہاں! بعض اجہل کہتے ہیں اس راوی کے والد کا پتا نہیں چلا مجھے۔۔ بالکل ایسی چول وہی مار سکتا ہے جس کو اپنے نسب میں بھی تشکیک ہو۔

دوسرا راوی

الاسم: محمد بن مصفى بن بهلول القرشي، أبو عبد الله الحمصي

رتبته عند ابن حجر: صدوق له أوهام وكان يدلس، رتبته عند الذهبي: ثقة يغرب

ابو داود، ابن ماجہ نسائی نے روایت لی۔ صدوق اور ثقہ ہیں لیکن مدلس بھی ہیں۔

تیسرا راوی

عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز: حافظ ابن حجر کے نزیدک صدوق ہیں ہاں خطا کرتے ہیں۔ اور امام ذہبی کے نزدیک ثقہ ہیں۔ وَکَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْعُلَمَاءِ، وَثَّقَهُ ابْنُ مَعِينٍ۔ (تاریخ اسلام جلد 3 صفحہ 917، چشتی)

چوتھے راوی

الاسم: إسماعيل بن عياش بن سليم العنسى، أبو عتبة الحمصى

رتبته عند ابن حجر: صدوق فی روايته عن أهل بلده، مخلط فی غيرهم

اپنے شہر سے روایت کرنے میں صدوق ہے اس کے علاوہ میں مخلط ہے۔

رتبته عند الذهبي: عالم الشاميين، قال يزيد بن هارون مارأيت أحفظ منه، و قال دحيم هو فی الشاميين غاية و خلط عن المدنيين،

امام ذہبی کے نزدیک: شامی عالم ہے، یزید بن ہارون کہتے اس سے بڑا حافظ نہیں دیکھا۔ دحیم کہتے ہیں شامیوں میں ہو تو ۔حد۔۔ بندہ ہے۔ اور مدنیوں میں ہو تو مختلط۔

پانچواں راوی

عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار القرشي العدوی، المدنی، مولى عبد الله بن عمر بن الخطاب

رتبته عند الذهبي: قال أبو حاتم: فيه لين

کبار تبع تابعین میں سے ہے امام بخاری، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے ان سے حدیث لی۔ امام ابن حجر کے نزیدک صدوق ہیں لیکن خطا کرتے ہیں۔

چھٹے راوی کی بحث کی حاجت نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث اس سند کے اعتبار سے محض ضعیف قرار پائے گی کوئی ایک راوی بھی نہ کذاب ہے اور نہ ہی وضاع پھر بھی اس حدیث کو موضوع کہنے والا منکر حدیث چکڑالوی رافضی ہی ہو سکتا ہے۔

سند دوم

أخبرنا أبو منصور عبد الرحمن بن محمد بن عبد الواحد أنا أبو بکر الخطیب أنا أبو الحسن بن رزقویہ أنا أبو الخیر فاتن (1) بن عبد اللہ مولی أمیر المؤمنین المطیع للہ أنا أبو مروان عبد الملک بن محمد بن عبد الملک بن سلام ببیت المقدس نا أبو محمد جعفر بن محمد البردعي نا محمد بن عبید الھاشمي عن عبد العزیز بن بحر نا إسماعیل بن عیاش عن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار عن أبیہ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یطلع علیکم من ھذا الباب رجل من أھل الجنۃ فطلع معاویۃ فلما کان من الغد قال مثل ذلک فطلع معاویۃ فلما کان بعد الغد قال مثل ذلک فطلع معاویۃ قال رجل ھو ھذا قال نعم ھو ھذا ثم قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا معاویۃ أنت مني وأنا منک لتزاحمني علی باب الجنۃ کھاتین

-

قال الخطیب عبد العزیز بن بحر (1) ضعیف ومن دونہ مجھولون۔ (تاریخ ابن عساکر جلد 59 صفحہ 99، چشتی)

اس پر کلام سے پہلے میں یہ عرض کرتا چلوں۔ علم حدیث کے پاس سے گزر جانے والے بچے کو بھی پتا ھے جب علماء محققین کسی بھی حدیث پر صحیح، ضعیف یا موضوع کا حکم لگاتے ہیں وہ خاص ایک سند پر ہوتا ہے۔ سند اول میں کوئی بھی راوی کذاب و وضاع نہیں جس بنا پر یہ حدیث موضوع قرار دی جائے۔۔ امام ذہبی نے جو اس پر کلام کیا ہے وہ سند دوم سے تعلق رکھتا ہے سند اول میں اس نام کا بندہ ہی موجود نہیں۔ پھر بھی۔۔ موضوع موضوع کی گردان پڑناہٹ دھرمی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اول: یہ سند اسماعیل بن عیاش پر جاکر اول سے مل جاتی ہے۔اس سے کے بعد مصنف، خطیب کا قول نقل کر رہے ہیں عبد العزیز بن بحر ضعیف ہے اور اس کے علاوہ نچلے راوی مجہول ہیں گویا کہ خطیب نے حکم بھی بتا دیا کہ روایت محض ضعیف ہے۔

دوم: امام ابن جوزی جیسے موضوع احادیث میں شدت کرنے والوں کے نزدیک بھی یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صرف اور صرف ضعیف ہے اسی لیے آپ نے اپنی ضعفاء کی کتاب میں اس کو ذکر کیا اگر موضوع ہوتی تو اس میں ذکر کرتے۔

عبد العزیز بن بحر المروزي.

عن إسماعيل بن عياش بخبر باطل وقد طعن فيه. عباس الدوري، واللفظ له، وعبد الله بن أحمد، وغيرهما۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ خبر باطل لے کر آیا اور اس میں طعن بھی کیا گیا ہے۔۔۔ عباس دوری کہتے ہیں اور عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں۔ اور یہ الفاظ انھی کہ ہیں (اس کے بعد مذکورہ حدیث ذکر کی)۔ (میزان الاعتدال جلد 2 صفحہ 623، چشتی)

یہی تفسیقیوں کی کل کائنات بن گئی۔ لیکن امام ذہبی نے دوسری جگہ کیا فرمایا وہ ہپ ہپ کر گئے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کا تلخیص العلل المتناہیہ میں مذکور کلام ملاحظہ کیجیے: اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فیہ: عبد العزیز بن یحیی المودب۔۔۔ مجھول۔۔ عن اسماعیل بن عیاش عن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ عن ابن عمر۔۔ اخرجہ ابن عدی۔

اس حدیث میں عبد اللہ بن یحیی (بحر ہونا چاہیے کاتب کی غلطی ہے غالباً) المودب ہے جو کہ مجھول راوی ہے۔ جو روایت کرتے ہیں اسماعیل بن عیاش سے اور وہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار سے وہ اپنے والد اور وہ عبد اللہ بن عمر سے۔ ا ابن عدی نے اسے نقل کیا ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: قال عباس دوری حدثنا عبد العزیز بن بحر المروزی۔۔ مشھور۔۔۔ حدثنا اسماعیل، فذکرہ وزاد فیہ انت منی وانا منک۔۔۔ الحدیث۔۔۔

وراوہ عبد اللہ بن احمد بن حنبل عن عبد العزیز مختصراً (کالاوفی (بلکہ صحیح اولی ہے)) ومارایت احد ضعف عبد العزیز بل اسماعیل صاحب عجائب عن الحجازیین۔ (تلخیص اللعل المتاہنیہ صفحہ 95۔۔96)

عباس دوری کہتے ہیں ہمیں عبد العزیز بن بحر المروزی۔۔ جو کہ مشھور ہے نے خبر دی۔۔ ہمیں بتایا اسماعیل نے الخ۔۔

(امام ذہبی فرماتے ہیں۔۔۔ تفسیقی آنکھیں کھول کر دیکھے)، اس کو امام احمد کے بیٹے نے عبد العزیز سے مختصرا بھی روایت کیا ہے (پہلی روایت کی طرح) اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی ایک نے بھی عبد العزیز کو ضعیف کہا ہو ہاں اسماعیل حجاز والوں سے عجیب روایات لے کر آتا ہے۔

یہی امام ذہبی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں: عَبْد العزیز بْن بحر المُرْوَزِيّ المؤدِّب. [الوفاة: 231-240ه]

نزیل بغداد.

عَنْ: سُلَيْمَان بْن أرقم، وعطاف بْن خَالِد، وإسماعيل بْن عيَّاش.

وَعَنْهُ: عبد الله ابن أبي سعد الورّاق، وابن أبي الدنيا، ومحمد بن سويد الطحان، وآخرون۔ لم یضعف. اس کو ضعیف نہیں کہا گیا۔۔۔ (تاریخ اسلام جلد 5 صفحہ 872)

یہ ہے تناقض: ایک جگہ فرمایا یہ خبر باطل لے کر آیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا عبد العزیز بن یحیی (بحر) المودب مجھول ہے۔

تیسری جگہ فرمایا: عباس دوری کہتے ہیں عبد العزیز مشہور ہے کسی ایک نے بھی سے ضعیف نہیں کہا۔

چوتھی جگہ فرمایا: اس کو ضعیف نہیں کہا گیا۔

نوٹ: امام ذہبی کے اس تناقض کو ابن عراق نے تنزیہیہ الشریعہ میں ذکر کیا ہے جس کو طوالت کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں۔

اب تفسیقی امام ذھبی کے کس قول کو ترجیح دیں گے اور کیوں!!!

الزامی جواب: امام ذھبی کے متضاد قول میں سے ایک کو تو آپ نے بلاچوں چڑاں مان لیا تو کیا انا مدینہ العلم و علی بابھا پر امام ذھبی کے اس قول کو مان لیں گے؟

فَقُلْتُ: بَلْ مَوْضُوعٌ، ثُمَّ قَالَ: وَأَبُو الصَّلْتِ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ، قُلْتُ: كَلا وَاللَّهِ بَلْ رَافِضِيٌّ غَيْرُ ثِقَةٍ، میں کہتا ہوں یہ روایت موضوع ہے اور حاکم نے کہا ابو الصلت ثقہ مامون ہے میں کہتا ہوں خدا کی قسم وہ رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ (موضوعات المستدرک للذھبي صفحہ 4)

لیجیے۔۔۔ قبول کیجیے قولِ ذہبی۔ خلاصہ: یامعاویہ انت منی وانا منک حدیث قطعاً موضوع نہیں ہے صرف ضعیف ہے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے ہوں اور تم جنت کے دروازے پر میرے ساتھ اس طرح ہو گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔ (کتاب السنہ للخلال جلد 2 حدیث نمبر 704)۔ (الشریعہ للآجری جلد سوم حدیث نمبر 1983، چشتی)۔ (شرح اصول اعتقاد اھل السنہ والجماعہ ج8 ح2779)۔ (موجبات الجنہ لابن فاخر ج1 ح396)

احوال الرواۃ:

امام ابو بکر الخلال؛ الامام العلامہ الحافظ الفقیہ۔(سیر اعلام النبلاء 4/297)

حرب بن اسماعیل؛ الامام العلامہ الفقیہ۔(سیر اعلام النبلاء 13/344)

محمد بن مصفی، قال ابو حاتم صدوق۔(تاریخ اسلام ذہبی 5/1246)

عبد العزیز بن عمر؛ قال ابن معین ثقہ۔(تاریخ ابن معین بروایت الدوری 4/426)

اسماعیل بن عیاش؛ ثقہ فی الشامیین۔عبد الرحمن بن عبد اللہ؛

ذکر روایتہ البخاری فی صحیحہ۔

(صحیح البخاری رقم:173)

عبد اللہ بن دینار؛ مدنی تابعی ثقہ

۔(تاریخ الثقات للعجلی 2/26)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما؛

جلیل القدر صحابی۔

تنبیہ: نوح بن یزید نے اسماعیل بن عیاش کی متابعت کی ہے۔(تاریخ ابن عساکر 59/100، چشتی)

نوح بن یزید ثقہ راوی ہے۔(تاریخ اسلام 5/716)

معلوم ہوا کہ اس کی سند حسن ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں عدل اور تقوی کا فقدان تھا اور ناحق مال کھاتے اور قتل کرواتے تھے اعتراضات کا جواب

محترم قارئین کرام:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دور حکومت کا مختصر تعارف 41 تا60 ھجری میں اسلامی فتوحات کی انتہا ہو گئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شاندار دور حکومت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت و حکومت میں روم (یورپ) لیبیا, سوڈان, الجزائر, مراکش, تیونس کو فتح کیا اور یورپ کے جزیرے کوس, خیوس, کریٹ, روڈس, سسلی, جربہ, لیکیا, ازمیر, ارواد کو فتح کر کے قسطنطنیہ (استنبول) پر حملہ کیا۔ فارس خراسان (ایران) کی فتوحات میں۔ افغانستان, پشاور, خیبر پختونخوا (سرحد) بلوچستان, ازبکستان, ترکمنستان, تاجکستان, اور امو دریا کو پار کر کے اسلام کو چین کی سرحد تک پھیلا دیا۔ اس کے علاوہ 1750 میں کشتیاں بنا کر مسلمانوں کو تبلیغ کے لیے روانہ کیا۔ جن میں سے بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انڈونیشیا گئے جس سے آج وہ پورا ملک مسلمان ہے اور انہی کے دور خلافت میں برما اور ملائیشیا میں بھی اسلام پہنچا اور کشتیوں کے ذریعے سے ہی براعظم افریقہ کے اردگرد کے علاقوں میں اسلام پہنچا جسکا سہرا بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر سجتا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) (المعجم البلدان) (اٹلس فتوحات اسلامیہ) (فتوح البلدان بلاذری) (تاریخ اسلام ندوی) (تاریخ خلفاء) (اردو سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

مذکورہ بالا مختصر تعارف سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اِن کفار کی نسلیں آج تک کیوں برسرپیکار ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بے جا بھونڈے الزامات لگا کر اور اعتراضات کر کے

کیوں بدنام کرتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اپنے بڑوں کی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اس لیے اہلِ اسلام ان نسلوں کی غلاظت وفتنہ پردازی سے ہوشیار رہیں آئیے اب اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں:

رافضی اور اُن کے ہمنوا سنیوں میں چھپے رافضی اعتراض کرتے ہوئے یہ دلیل دیتے ہیں: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي يُحَدِّثُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَخَذَ الْإِدَاوَةَ بَعْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ يَتْبَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، وَاشْتَكَى أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَيْنَا هُوَ يُوَضِّئُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ: ((يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ۔)) قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتَّى ابْتُلِيتُ۔

ترجمہ: ابو امیہ عمرو بن یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے تھے اوران کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کا برتن سنبھال لیا اور وہ برتن لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، ایک دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دو دفعہ اپنا سر مبارک ان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: معاویہ! اگر تجھے حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور عدل کا دامن تھامے رکھنا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ مجھے حکومت کے معاملے میں آزمایا جائے گا، بالآخر یہی ہوا۔ (مسند احمد: ۱۷۰۵۷/12411)

رافضی اور اُن کے ہمنوا سنیوں میں چھپے رافضی اس حدیث سے غلط استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے اندر عدل اور تقوی کا فقدان تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ وصیت کی تھی۔

اولا: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ علامہ شعیب ارناؤوط بھی اس کو منقطع کہتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہینکہ عمرو کے دادا سعید کا معاویہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

ثانیاً: رافضیوں اور اُن کے ہمنوا سنیوں میں چھپے رافضیوں کا یہ طفلانہ استدلال لائق تعجب ہے حالانکہ کسی کو وصیت کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے ہے کہ کہ صرف اس کو تلقین کرنا ان کاموں کو مزید مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے۔ قرآن میں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا ہے: یا ایھا النبي اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین۔

ترجمہ: اے (غیب جاننے والے) نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ تقوی اختیار کریں کریں اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنا نہ مانیں۔

معاذاللہ کیا اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر تقوی نہیں تھی تبھی اللہ نے انہیں تقوی کا حکم دیا ہے؟

اسی طرح اہل ایمان کو بھی کہا گیا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ۔ اے اہل ایمان تم اللہ کی تقوی اختیار کرو۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے اس ٹائم جب یہ آیت نازل ہوئی، اہل ایمان صحابہ کرام و اہلبیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تقوی نہیں تھا؟

اس وجہ سے اللہ نے انہیں تقوی اختیار کرنے کا حکم ہے؟

ہرگز نہیں کہہ سکتا یہاں صرف تلقین کرنا اور تقوی پہ مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم ہے اسی طرح طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا ہے۔

یاد رہے اس طرح کی وصیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام تر صحابہ واہلبیت رضی اللہ عنہم کو کی تھیں اس کے لیے احادیث میں سینکڑوں مثال موجود ہیں بلکہ آپ آخری اکثر خطبوں میں فرمایا کرتے تھے (اوصیکم بتقوی اللہ) میں تم سب کو تقوی کی وصیت کرتا ہوں ہو۔

ثالثاً: اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو حقیقت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلیل ہے کیوں کہ کہ اس طرح کی مبارک نصیحت ووصیت عموماً خیر خواہی کی نیت سے اپنے پیاروں کو ہی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کہ قرآن مقدس کے اندر یعقوب علیہ السلام کی وصیت اپنے بیٹوں کے لیے موجود ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عدل اور فیصلے انتہائی عادلانہ اور معیاری ہوتے تھے جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: قال سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: "ما رأيت أحداً بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب "يعني معاوية۔

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاویہ سے زیادہ حق والا فیصلہ کر سکتا ہو۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 306، چشتی) (ذکرہ ابن عساکر رحمہ اللہ فی تاریخہ بسندہ الی اللیث جلد 59 صفحہ 161)

سند کے رواۃ پر کلام:

(1) لیث بن سعد: قال عنہ الحافظ ثقۃ ثبت امام مشہور۔ (التقریب ت 5684 ص 519)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج: قال عنہ الحافظ: ثقۃ۔ (التقریب ت 760 ص 102)

(3) بسر بن سعید: قال الحافظ: ثقۃ جلیل۔ (التقریب ت 666 ص 96)

نوٹ: اس قول کے اندر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی کیوں کہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب:

رافضی اور سنیوں میں چھپے رافضیوں کی دلیل ہے: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَأَتَيْتُهُمْ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ هَذِهِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنْ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ إِنْ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللَّهَ آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْوَى إِلَى أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي فَقُلْتُ لَهُ هَذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللَّهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ۔

ترجمہ: زہیر بن حرب، اسحاق بن ابراہیم، اسحاق، زہیر، جریر، اعمش، زید بن وہب، حضرت عبدالرحمن بن عبدرب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے میں ان کے پاس آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا تو عبداللہ نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ رکے ہم میں سے بعض نے اپنا خیمہ لگانا شروع کر دیا اور بعض تیر اندازی کرنے لگے اور بعض وہ تھے جو جانوروں میں ٹھہرے رہے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے آواز دی الصلوۃ جامعۃ (یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے) تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے سے قبل کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے ذمے اپنے علم کے مطابق اپنی امت کی بھلائی کی طرف راہنمائی لازم نہ ہو اور برائی سے اپنے علم کے مطابق انہیں ڈرانا لازم نہ ہو اور بے شک تمہاری اس امت کی عافیت ابتدائی حصہ میں ہے اور اس کا آخر ایسی مصیبتوں اور امور میں مبتلا ہو گا جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ایسا فتنہ آئے گا کہ مومن کہے گا یہ میری ہلاکت ہے پھر وہ ختم ہو جائے گا اور دوسرا ظاہر ہو گا تو مومن کہے گا یہی میری ہلاکت کا ذریعہ ہو گا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اسے جہنم سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو چاہیے کہ اس کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ اس معاملہ سے پیش آئے جس کے دیئے جانے کو اپنے لئے پسند کرے اور جس نے امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دل کے اخلاص سے بیعت کی تو چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا شخص اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو راوی کہتا ہے پھر میں عبداللہ کے قریب ہو گیا اور ان سے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے تو عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا میرے کانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا تو میں نے ان سے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی معاویہ ہمیں اپنے اموال کو ناجائز طریقے پر کھانے اور اپنی جانوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ کا ارشاد ہے اے ایمان والو اپنے اموال کو ناجائز

طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ ایسی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے کی جائے اور نہ اپنی جانوں کو قتل کرو بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے راوی نے کہا عبداللہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی نافرمانی کرو۔ (صحیح مسلم باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء، چشتی)

اس الزام کی حقیقت کیا ہے؟ آیئے دیکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو شخص سوال کر رہا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یعنی عبدالرحمان بن عبد ربہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی حریف تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حامی تھا اور کوفی کا رہنے والا تھا، ظاہر ہے اس دور میں امت مسلمہ سیاسی طور پر تقسیم ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے دو بڑے گروہ بن چکے تھے، جو قصاص عثمان کے مسئلہ پر ایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے تھے اور مسلمان دشمنان اسلام یعنی سبائی گروہ، قاتلین عثمان کی سازشوں اور کاوشوں کا شکار ہو کر آپس میں جنگیں بھی لڑ چکے تھے، ایسے حالات میں عبدالرحمان بن عبد ربہ جو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا اور وہ اس موقعہ پر جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے، کھل کر تنقید بھی کر رہا ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مخالف آدمی تھا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی سللہ عنہ اسے حکم دیں کہ لوگوں کا مال ناحق کھاؤ، یا انہیں کہیں کہ ناحق قتل بھی کرو۔۔؟؟ ظاہر ہے کہ معاویہ رضی اللہ نے کسی کو قتل کروانا تھا تو اپنے حامیوں کو حکم دیں گے یا پھر اپنے مخالف کو؟ اس لئے عبدالرحمان بن عبد ربہ کے یہ الفاظ حضرت امیر معاویہؓ پر بے جا تنقید ہیں اور ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محترم قارئین کرام:

جب یہ شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی نظریے کو نہیں مانتا تھا اس لیے روایت کے بارے علماء اہل سنت یہی مؤقف رکھتے ہیں کہ عبدالرحمان بن عبد ربہ کے الفاظ اصل میں ظاہری معنی کے ساتھ عمومی حالت میں تسلیم کرنا درست نہیں بلکہ مقصد تھا جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ سے تھے وہ سمجھتے

تھے کہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں جو قتل ہو رہے ہیں وہ ناحق قتل ہو رہے ہیں اور جو مال خرچ ہو رہا ہے وہ ناحق خرچ ہو رہا ہے، اور اس نقصان کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ پر ہے بلکہ آج بھی رافضیوں اور نیم رافضیوں کا یہی نظریہ ہے۔

جیسا کہ امام نووی علیہ الرحمہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: فاعتقد هذا القائل هذا الوصف في معاوية لمنازعته عليا رضي الله عنه، وكانت قد سبقت بيعة علي فرأى هذا أن نفقة معاوية على أجناده وأتباعه في حرب علي ومنازعته ومقاتلته إياه، من أكل المال بالباطل، ومن قتل النفس، لأنه قتال بغير حق، فلا يستحق أحد مالا في مقاتلته.

ترجمہ: (عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے جو اعتراض کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی (بیعت کے بعد خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور اس کی نافرمانی سے رکنے کا حکم ہے) تو معاویہ رضی اللہ عنہ جو اپنے لشکروں پر جو مال خرچ کر رہے ہیں اور جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں مارے جا رہے ہیں یہ تو گویا کہ یہ ناحق ہے تو اس تناظر میں عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے یہ بات کی تھی کہ یہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہے جو درست نہیں ہے، حق نہیں ہے ناحق ہے، یہ ان کا موقف تھا۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس جنگ کے معاملے میں مخالفت کرتے تھے۔ مسند احمد کی کچھ احادیث کے مطابق سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے تو دورانِ جنگ ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ تو ہوں لیکن آپ کے ساتھ مل کر لڑائی نہیں کر رہا، آپ لوگ غلطی پر ہو۔ اس لیے انہوں نے رد نہیں کیا۔

نوٹ: اس جنگ کے حوالے سے اہلسنت کا مؤقف واضح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اجتہادی خطاء پر تھے اسی وجہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اس مسئلہ میں حق پر قرار دیا تھا، تو لہٰذا اس جنگ کے تناظر میں راوی کا یہ تبصرہ مردود سمجھا جائے گا۔

اھم ترین وضاحت: یاد رکھیں راوی کا یہ تبصرہ صرف جنگی معاملات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمومی حالات پر نہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بادشاہت کو رحمت کہا اور تعریف کی تو نیم روافض اس پر تنقید کرنے والے کون ہو سکتے ہیں؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت رحمت اور ممدوح ہے۔ ہم یہاں اس حوالے سے حدیثِ مبارکہ پیشِ خدمت ہے: قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: أول ھذا الأمر نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکا ورحمۃ۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا آغاز) نبوت اور رحمت کے ساتھ ہو گا اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور شروع ہو گا۔ اس کے بعد بادشاہت اور رحمت کا دور آئے گا۔ (المعجم الکبیر طبرانی جلد 11 صفحہ 88، چشتی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تم نبوت و رحمت کے زمانہ میں ہو۔ اور عنقریب خلافت و رحمت کا زمانہ آئے گا۔ پھر اس کے رحمت بھری خلافت آئے گی۔ (المعجم الاوسط للطبرانی جلد 6 حدیث 6581)

چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت رحمت والی ہونے کے باوجود خلافتِ راشدہ سے کم درجہ کی تھی اسی لیے اس کو الگ سے ذکر فرمایا۔ اسی سے علماء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلافت عادلہ سے تعبیر فرماتے ہیں

۔

امام طبرانی بلا اتفاق ثقہ امام محمد بن جعفر بن اعین:

قال ابن یونس کان ثقہ (تاریخ ابن یونس ج2ص196)

ابو بکر بن ابی شیبہ ;نامور ثقہ امام۔ الامام العلم سید الحفاظ صاحب الکتب الکبار۔(سیر اعلام النبلاء 11/1122)

زید بن حباب: کوفی تابعی ثقہ۔(تاریخ الثقات للعجلی 1/171)

العلاء بن المنھال: قال ابو زرعہ۔ ثقہ۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم 6/361)

مھند القیسی: کوفی ثقہ۔(تاریخ الثقات للعجلی 1/442)

قیس بن مسلم: قال ابن معین۔ ثقہ۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم 7/104)

طارق بن شھاب:۔ ثقہ۔ وقد رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔(تاریخ الثقات للعجلی 1/233)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صحابی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أول ھذا الأمر نبوۃ ورحمۃ، ثم یکون خلافۃ ورحمۃ، ثم یکون ملکا ورحمۃ، ثم یکون إمارۃ ورحمۃ، ثم یتکادمون علیہ تکادم الحمر فعلیکم بالجھاد، وإن أفضل جھادکم الرباط،وإن أفضل رباطکم عسقلان۔

ترجمہ: سب سے پہلے نبوت و رحمت ہو گی، پھر خلافت و رحمت ہو گی، پھر بادشاہت و رحمت ہو گی، اور پھر امارت و رحمت ہو گی اور اس کے بعد لوگ اس حکومت کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کو گدھے کی طرح کاٹیں گے۔ اس دور میں تم جہاد کو لازم پکڑنا، اور تمہارا افضل جہاد الرباط (یعنی سرحدوں کی حفاظت) ہے اور افضل رباط عسقلان شہر کا رباط ہے۔(المعجم الکبیر الطبرانی:11138، چشتی)(مجمع الزوائد:8964)(الدر المنثور في التفسیر بالماثور سورۃ آل عمران:200)

قال الہیثمی رواہ الطبرانی ورجالہ الثقات۔(مجمع الزوائد 5/190)

امام طبرانی: بالاتفاق ثقہ امام

احمد بن النضر العسکری:

قال الخطیب؛کان من ثقات الناس

(تاریخ بغداد 6/413)

سعید بن حفص النفیلی: وثقہ ابن حبان

(تاریخ اسلام ذہبی 5/826)

موسی بن اعین: قال ابو حاتم وابو زرعہ

ثقہ۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم 8/138)

ابن شہاب الزہری: ثقہ امام۔

فطر بن خلیفہ: قال احمد۔ ثقہ صالح الحدیث۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم 7/90)

امام مجاہد: مکی تابعی ثقہ۔(تاریخ الثقات للعجلی 1/420)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ جلیل القدر صحابی۔

عظمت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ما رایت احدا کان اسود من معاویہ بن ابی سفیان قال قلت ولا عمر قال کان عمر خیرا من معاویہ وکان معاویہ رضی اللہ عنہ اسود منہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا سردار کوئی نہیں دیکھا۔
(مکارم الاخلاق للخرائطی ا/حدیث 544، چشتی)(کتاب الاحاد والمثانی 1/516)(کتاب السنہ للخلال 2/680)(شرح اصول اعتقاد اھل السنہ 8/2781)(معجم کبیر طبرانی 12/13432)

1: ابو بکر الخرائطی: وکان من الاعیان الثقات

(تاریخ 7/539)

2: ابراھیم بن الجنید: وثقہ ابو بکر الخطیب

(تاریخ ذہبی 4/267)

3: ھشیم: ثقہ وکان یدلس

(العجلی 2/334)

4: اسحاق بن ابراھیم: قال ابن معین ثقہ

(تاریخ ذہبی 5/792)

5: عوام بن حوشب: قال احمد ثقہ ثقہ

(تاریخ ذہبی 3/947)

6: جبلہ بن سحیم۔ کوفی تابعی ثقہ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کا علاج:

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو کبھی کسی کو مارتے نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ آپ نے اس کے تین کوڑے لگائے۔ (طبقات ابن سعد 5/384)

ابن سعد: بالاتفاق ثقہ امام۔ احمد بن محمد بن ولید الازرقی المکی: وثقہ ابو حاتم وغیرہ (تاریخ اسلام للذہبی 5/261)

محمد بن دینار: قال ابوزرعہ صدوق (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم 7/250)

محمد بن مسلم الطائفی:

1: قال ابن معین ثقہ (تاریخ ابن معین بروایت الدارمی 1/197)

2: قال علی ابن المدینی: کان صالحا وسطا (سوالات ابن ابی شیبہ لابن المدینی 1/136)

3: قال العجلی: ثقہ (تاریخ الثقات للعجلی رقم 1503)

4: قال ابوداود: لیس بہ باس (تہذیب الکمال 26/415)

5: قال ابن عدی: صالح الحدیث لاباس بہ (الکامل لابن عدی 7/296)

6: ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ (کتاب الثقات 7/399)

7: قال یعقوب بن سفیان: ثقہ لاباس بہ (تہذیب التہذیب 9/445)

8:ذکرہ الذہبی۔فی من تکلم فیہ وھو موثق(1/169)

9: قال الحاکم: عن حدیثہ۔ھذا حدیث صحیح الاسناد(المستدرک رقم:۳۳۱۸)

10: قال ابن عبدالبر: ثقہ(الاستذکار 8/594،چشتی)

ابراہیم بن میسرہ: قال ابن معین: ثقہ۔(تاریخ ابن معین بروایت الدارمی 1/65،چشتی)(تاریخ ذہبی 1/265)

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ میری امت میں 12 خلیفہ ہوں گے، سب قریش سے ہوں گے۔
(صحیح بخاری؛7222)(صحیح مسلم؛4709)

جو لوگ 30 سال خلافت والی روایت پیش کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا چاہتے ہیں اور اس دور کو ظالمانہ قرار دینا چاہتے ہیں، وہ ذرا بتائیں کہ 30 سال تک 4 یا 5 خلفاء ہوئے، باقی 7 یا 8 خلفاء کب اور کیسے ہوں گے؟

عقل کے اندھو اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حکومت کریں تو اسے خلافت راشدہ کہتے ہو، کس منہ سے؟

حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت قرار دیا ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی؛11138، بسند حسن) جو اوپر گزر چکی ہے۔ پھر 12 خلفاء والی حدیث بھی مانتے ہو، کس منہ سے؟
۔امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بھی قائل ہو، کس منہ سے؟

سنیوں کے لبادے میں چھپ کر اعتراض کرنے والو تم اہل سنت نہیں، رافضی ہو رافضی۔ہاں جس شخص کو فقیر کی تحریر کا رد کرنا ہے وہ دلائی ل سے جواب دے تاکہ بات واضح ہو جائے شکریہ۔

مذکورہ حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا جو معاملہ ہے اس کا پہلا دور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور ہے جسے نبوت اور رحمت والا دور کہا گیا اس کے بعد جو دور شروع ہو گا وہ خلافت اور رحمت والا دور ہو گا۔ یہ خلفاءِ راشدین کا تیس سالہ دور ہے نیز حدیث کے اس جملہ سے چاروں خلفاءِ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت بر حق ثابت ہوئی۔ اس حدیث میں خلافت والے دور کے بعد جس دور کا تذکرہ ہے اس کو بادشاہت اور رحمت والا دور کہا گیا اور اس سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہے اس حدیث کے ٹکڑے نے ثابت کر دیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں رحمت والی بادشاہت ہے اور محمود و تعریف شدہ ہے۔ الحمدللہ یہ حدیث لمحہ فکریہ ہے ان افراد کے لیے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت پر اعتراضات کرتے ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر راوی کی طرف الزام کردہ چیزیں ہوتی تو جنتی شہزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی بیعت کبھی نہ کرتے اور کبھی ان کے سامنے اس حق کہنے سے نہ رکتے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء میں سے ہیں رافضیوں اور اُن کے ہم نواسنیوں میں چھپے رافضیوں کو مدلل جواب

محترم قارئین کرام:

رافضی اور اُن کے ہم نوا سنیوں میں چھپے رافضی اعتراض کرتے ہیں کہ:

معاویہ کا شمار صحابہ کرام میں نہیں ہوتا بلکہ طلقاء میں ہوتا ہے۔ امام ابن عساکر علیہ الرحمہ اپنی اسنادِ جید کے ساتھ بحوالہ امام ابوداؤد الطیاسی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں وقال ابن عساکر بإسناد عن أبي داود الطیاسی ثنا أيوب بن جابر عن أبي إسحاق، عن الاشود بن یزید قال: قلت لعائشة: إلا تعجبين لرجل من الطلقاء ينازع أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم في الخلافة فقالت عائشة: وما تعجب من ذلك هو سلطان الله يوتيه البر والفاجر، وقد ملك فرعون أهل مصر أربعمائة سنة۔

ترجمہ: حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کیا آپ اس شخص (معاویہ) پر تعجب نہیں کرتی جو طلقاء میں سے ہے اور خلافت کے معاملہ میں رسول اللہ کے اصحاب (امیر المومنین علی) سے جھگڑتا ہے۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں تعجب والی بات نہیں، یہ اقتدار الٰہی ہے وہ نیک و بد کو بھی عطا کرتا ہے اس نے فرعون کو اہل مصر پر چار سو سال تک بادشاہ بنایا اور اسی طرح دیگر کفار کو بھی۔ (البداية والنهاية ت: التركي الجزء الحادي عشر، ص/130-131)

طُلقاء اسمِ طَلیق کی جمع ہے طلیق کے لغوی معنی رہا یا آزاد شدہ غلام کے ہیں ایسا شخص جو قابو میں آگیا ہو، پکڑا جا چکا ہو، گرفتار کیا جا چکا ہو جمہور آئمہ کے قول کے مطابق طلقاء ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو لوگ فتح مکہ کے دن المؤلفة قلوبهم یعنی دباو کے تحت اسلام لانے مثلاً ابوسفیان، معاویہ، یزید اور ان کے دیگر ہمنوا کو طلقاء کہا جاتا ہے۔ (امام ابن منظور، لسان العرب جلد 10 صفحہ 227۔ طلیق۔ فعیل بہ معنای مفعول۔ وھو الأسیر إذا أطلق سبیلہ۔ مقریزی)(امام تقی الدین؛ إمتاع الأسماع، بیروت، دار الکتب العلمیة، 1420، طبع اول جلد 8 صفحہ 388)امام محمد بن عبد البر، الاستیعاب، جلد 1 صفحہ 401)

اعتراض کا جواب:

رافضی اور اُن کے ہمنوا سنیوں کے لبادے میں چھپے نیم رافضی کہتے ہیں کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، آپ رضی اللہ عنہ طلقاء و مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ اور ساتھ ہی کہتے ہیں کہ طلقاء وہ آزاد کردہ اہل مکہ تھے جنہیں عرب جنگی قوانین کے مطابق قیدی اور غلام بنایا جا سکتا تھا اور وہ سب اس پر خوفزدہ تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں اذہبوا فانتم الطلقاء کی نوید سنا کر آزاد کر دیا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اور مؤلفۃ القلوب وہ نو مسلم تھے جن کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے ان کی مالی مدد کی جاتی تھی۔ یعنی رافضیوں و نیم رافضیوں کا خیال ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام پختہ نہ تھا اور ان کا قائم بہ اسلام رہنا مشکوک تھا اس لیے ان کی تالیف قلب کے لیے مالی امداد کی جاتی تھی۔ ان تینوں اعتراضات کے جواب میں سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت کا تعین کرتے ہیں جس کے ساتھ ہی معلوم ہو جائے گا کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام نہیں لائے تو لا محالہ نہ وہ طلقاء میں سے ہیں اور نہ ہی مؤلفۃ القلوب میں سے۔ بخاری شریف کتاب الحج کے باب الحلق والتقصیر عند الاحلال میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مشقص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال مبارک تراشے تھے۔ اگر اس کے ساتھ مسند احمد کی وہ روایت بھی ملا لیں جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مروہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر مبارک کے بال چھوٹے کیے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عمرہ کا واقعہ ہے کیوں کہ یہ متفقہ بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صرف ایک حج اور وہ بھی فتح مکہ کے بعد ادا کیا تھا اور اس میں بال چھوٹے (قصر) نہیں کروائے بلکہ حلق کروایا یعنی سر منڈوایا۔ اس لیے کہ حج میں منیٰ کے مقام پر حلق کروایا جاتا ہے نہ کہ مروہ کے مقام پر اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ نبی علیہ السلام نے حج کے موقع پر حلق کروایا تھا اور یہ جو بال کٹوائے تھے یہ کسی عمرہ کا واقعہ ہے۔ اور ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم 6 ہجری کو عمرہ کے ارادہ سے مکہ کے لیے عازم عمرہ ہوئے مگر عمرہ ادا نہ کرنے دیا گیا اور پھر 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق عمرہ ادا کیا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا عمرہ غزوۂ حنین سے واپسی پر راتوں رات چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں ادا فرمایا تھااور اس عمرہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدمِ شرکت یقینی ہے۔اب صرف 7 ہجری کا ہی عمرہ رہ جاتا ہے جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال تراشے۔یعنی ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے اسی لیے فتح مکہ سے پہلے نبی کریم علیہ السلام کے بال مبارک کاٹے۔ازالۃ الخفاء جلد 1 صفحہ 472 پر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرشی اموی صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے۔یعنی پتہ چلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 7 ہجری عمرۃ القضاء سے قبل حدیبیہ کے سال یعنی 6 ہجری میں ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ پر اپنے قبول اسلام کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ایک روایت فتح مکہ سن 8 ہجری۔دوسری روایت فتح مکہ سے قبل کی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قبول اسلام کا اعلان فتح مکہ 8ھ کے موقع پر فرمایا، لیکن اس سے بہت عرصے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام داخل ہو چکا تھا، جس کا ایک اہم اور واضح ثبوت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور صلح حدیبیہ میں حصہ نہیں لیا، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ جوان اور فنون حرب وضرب کے ماہر تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی ہی سے روایت ہے کہ قصرت عن رسول اللہ بمشقص میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال مبارک (مروہ کے مقام پر) چھوٹے کیے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ بال کاٹنا "مروۃ" کے مقام پر تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ بال ترشوانا کسی عمرہ میں تھا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک حج کیا وہ بھی فتح مکہ کے بعد اور اس میں حلق کروایا تھا نہ کے قصر۔ اور حج میں منی کے مقام پر حلق کروایا جاتا ہے نہ کہ مروہ کے مقام پر۔ چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حج کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منی کے مقام پر حلق کروایا تھا اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کے بال مبارک لوگوں میں تقسیم کیے۔ (شرح مسلم نووی)

معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال تراشنے کا واقعہ کسی عمرہ کے دوران ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہجرتِ مدینہ کے بعد ٦ ہجری کو عمرہ کی نیت سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے تھے مگر آپ کو مقام حدیبیہ پر روک لیا گیا تھا۔ جس کے بعد اگلے سال آپ نے یہ عمرہ ادا کیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ اور عمرۃ القضا کے درمیان کسی وقت میں ایمان لائے تھے اور عمرۃ القضاہ میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

قبول اسلام ظاہر نہ کرنے کی وجہ:

میں عمرۃ القضا سے بھی پہلے اسلام لا چکا تھا، مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ میری والدہ نے مجھے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو کر مدینہ چلے گئے تو ہم تمہارے ضروری اخراجات زندگی بھی بند کر دیں گے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کی تصریح موجود ہے کہ جب کفارِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا تو اسلام میرے دل میں گھر کر چکا تھا میں نے اس بات کا ذکر اپنی والدہ ہند سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ خبردار اگر تو نے اپنے باپ کے مذہب کی مخالفت کی ورنہ ہم تیرا خرچہ پانی بند کر دیں گے۔ مگر بہر حال میں اسلام لا چکا تھا اور خدا کی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس حال میں حدیبیہ سے لوٹ رہے تھے کہ میں آپ کی تصدیق کرنے والا تھا اور خدا کی قسم جب آپ عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لائے تو میں اس وقت بھی مسلمان تھا مگر والد کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے دن کھل کر اس کا اظہار کیا: اسلمت یوم القضیۃ و لکن کتمت اسلامی من ابی۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 171 دار ابن کثیر، بیروت) (تاریخ دمشق لامام ابی القاسم بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ الشافعی المعروف بابن عساکر جلد 59 صفحہ 55 دار الفکر بیروت، چشتی) (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ 433) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب صفحہ 668 دار الاعلام اردن)

اس کے علاوہ ان آئمہ و علما علیہم الرحمہ نے بھی اپنی اپنی تصنیفات میں آپ کا فتح مکہ سے قبل اسلام لانے کا ذکر کیا ہے۔ (معرفۃ الصحابہ لابن ابی نعیم صفحہ 2496) (تاریخ الاسلام للذہبی جلد 4 صفحہ 308) (تقریب التہذیب صفحہ 537 دار القلم دمشق) (سیر اعلام النبلاء جلد 2 صفحہ 119)) (الاصابۃ جلد 6 صفحہ 120)

جن حضرات نے فتح مکہ کا قول نقل کیا ہے وہ بھی اس قول کے معارض نہیں کیونکہ خود آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اسلام کو چھپائے رکھا تھا اور فتح مکہ کے دن اظہار کیا تھا۔ پس فتح مکہ کے دن اسلام لانے کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت اپنے والد کے ساتھ ایمان کا اظہار کیا۔ اسی سے ان خیالاتِ فاسدہ کی تردید ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء و مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ رافضی و نیم رافضی کہتے ہیں کہ "سیرت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام مفصل کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور والد رضی اللہ عنہ طلقاء اور مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ اور چالیس چالیس چھٹانک چاندی (درہم) دی تھی، دیگر مؤلفۃ القلوب

سرداروں کی طرح تا کہ وہ اسلام پر قائم رہیں" دراصل رافضیوں اور نیم رافضیوں کو اتنا بھی ادراک نہ ہو سکا ہے کہ تاریخی روایت کی بنیاد پر قرآن و حدیث کی تردید نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی تاریخ کی کوئی شرعی و فقہی حیثیت ہے اور نہ ہی کسی عقیدہ و نظریہ کی بنیاد تاریخ پر رکھی جاسکتی ہے مگر جانے کیوں رافضی و نیم رافضی بنوامیہ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد و بھائی کے پیچھے ہاتھ دھو کر تاریخ اٹھا کر پڑ گئے ہیں۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام مفصل کتب بھی تاریخ کی ہی کتابیں ہیں۔ اس لیے ہم تاریخ کے مقابلہ پر حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے جب مسلم شریف میں غزوۂ حنین کے غنائم کی تقسیم کا تذکرہ پڑھتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو تو سو اونٹ دیے گئے مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا کوئی اشارہ کنایہ بھی نہیں پایا جاتا کہ جس کی بنیاد پر رافضیوں و نیم رافضیوں کی تاریخی بات کی تصدیق ہوتی ہو۔ اور نہ صرف مسلم شریف میں بلکہ کسی اور حدیث میں غنائم حنین میں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دینے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔ معترضین کی بیان کی گئی اس تاریخی تراشیدہ کہانی کی تکذیب مسلم شریف سمیت کئی اور کتب حدیث میں مذکور اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کرتی ہیں کہ مجھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور ابو جہم رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ جواباً نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں ہٹاتے یعنی سخت ہیں اور معاویہ مفلس ہیں، تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لو۔ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا)

غور فرمایئے کہ اگر غنائم حنین میں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مال دیا گیا تھا تو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہما کے نکاح کے مشورہ میں جواباً نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مفلسی کا تذکرہ کیوں فرمایا؟ وہ حنین کا مال کہاں گیا تھا؟ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگر فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا ہوتا تو وہ چونکہ ایک رئیس کے صاحبزادے تھے تو وہ اپنا مال و متاع لے کر مدینہ آباد ہو سکتے تھے۔ ایسی صورت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو واقعی امیر ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہاں صورت حال برعکس ہے جو یہ ظاہر

کرتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا سب کچھ مکہ میں ہی چھوڑ کر مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مفلس تھے کیوں کہ غنائم حنین میں سے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو کوئی مال نہیں دیا گیا تھا۔یعنی ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک تو فتح مکہ سے قبل کے مسلمان تھے دوسرے یہ کہ مؤلفۃ القلوب میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل نہ تھے ۔یہی وجہ ہے کہ قاضی ابو بکر ابن العربی علیہ الرحمہ نے احکام القرآن کی پہلی جلد میں مؤلفۃ القلوب کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ ،،اما معاویۃ فبعید ان یکون منہم فکیف یکون منہم ؟،،یعنی کہ یہ بات بعید ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مؤلفۃ القلوب میں سے ہوں۔ایک شخص 6 ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال مبارک بھی تراشے اور پھر فتح مکہ 8 ہجری کے بعد اس مخلص و معتمد صحابی رضی اللہ عنہ کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے تالیف قلب کی کیا ضرورت آن پڑی ؟

امام ابن عساکر علیہ الرحمہ کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی صحابی پابندِ اسلام نیک بادشاہ ہیں تو امام ابن عساکر علیہ الرحمہ ان کو کیسے غیر صحابی فاسق فاجر فرعونی قسم کا بادشاہ ثابت کریں گے ؟

معاویۃ بن صخر أبي سفیان بن حرب بن أمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف أبو عبد الرحمن الأموي خال المؤمنین وکاتب وحي رب العالمین أسلم یوم الفتح وروی عنہ أنہ قال أسلمت یوم القضیۃ وکتمت إسلامي خوفا من أبي وصحب النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) وروی عنہ أحادیث.... فملک الناس کلھم عشرین سنۃ بالملک ففتح اللہ بہ الفتوح ویغز والروم ویقسم الفئ والغنیمۃ ویقیم الحدود واللہ لا یضیع أجر من أحسن عملا۔

ترجمہ : امام ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اموی ہیں ، مومنوں کے ماموں کاتب وحی صحابی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا اور مروی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ تقریباً 20 سال بادشاہ رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے بے بہت فتوحات عطا فرمائیں اور غزوہ روم بھی آپ نے کیا، آپ پابند اسلام

تھے اسلام کی حدود کی سخت پاسداری فرماتے تھے اور اللہ ان جیسے نیکوں کا صلہ ضائع نہیں کرتا۔ (تاریخ دمشق ابن عساکر جلد 61 صفحہ 59 / 55)

عبد اللہ و سُئل عن رجل انتقص معاویۃ وعمرو بن العاص أیقال لہ رافضي قال إنہ لم یجترئ علیھما إلا ولہ خبیئۃ سوء ما یبغض أحد أحدا من أصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) إلا ولہ داخلۃ سوء۔

ترجمہ: امام ابن عساکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ اُس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جو سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی توہین و گستاخی کرے کیا وہ رافضی کہلائے گا؟ سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ سیدنا معاویہ اور سیدنا عمر بن عاص رضی اللہ عنہما کے متعلق کوئی بھی جرت نہیں کر سکتا لیکن وہ شخص کہ جس کے دل میں خباثت ہو کہ کسی صحابی کے متعلق وہی گستاخی کرے گا کہ جس کے دل میں کوئی برائی و خباثت ہو گی۔ (تاریخ دمشق ابن عساکر 59 / 210)

ثابت ہوا کہ امام ابن عساکر اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ کے مطابق بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کے متعلق اچھا عقیدہ ہی رکھنا لازم ہے۔

امام ابو داود طیالسی علیہ الرحمہ نے اپنی ایک کتاب مسند ابی داؤد الطیالسی میں کم و بیش پندرہ (15) احادیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں، اگر نعوذ باللہ امام طیالسی علیہ الرحمہ کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاجر غیر معتبر ظالم ہوتے تو بھلا ایسے شخص سے حدیث کون لیتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث لینا بھی اس بات کی گواہی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاجر و غیر صحابی نہ تھے بلکہ نیک مجتہد صحابی تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں

دَعُوْنَا مِنْ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے متعلق نازیبا بات نہ کرو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی ہیں ۔ (المعجم الکبیر للطبراني 11/124، چشتی)(الشریعة للآجري 5/2459 نحوہ)(مشکاۃ المصابیح 1/399 نحوہ)

قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ: مُعَاوِيَةُ أَوْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ؟ فَقَالَ: مُعَاوِيَةُ أَفْضَلُ، لَسْنَا نَقِيسُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا» . قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: « خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيَ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ، امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ سیدنا معاویہ افضل ہیں۔ ہم کسی غیر صحابی (حتی کہ عظیم الشان تابعی وغیرہ جیسے عمر بن عبد العزیز) کو (سیدنا معاویہ وغیرہ) کسی صحابی کے برابر نہیں کرسکتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل ترین وہ لوگ (صحابہ) ہیں کہ جن میں میں ظاہری حیات رہا۔ (السنة لأبي بکر بن الخلال 2/434)

ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فضیلت والے صحابی ہیں، غیر صحابی بڑے بڑے متقی پرہیزگار صوفیاء اولیاء علماء سیدنا معاویہ کے برابر نہیں ہوسکتے۔

سَأَلْتُ أَبَا أُسَامَةَ أَيُّمَا كَانَ أَفْضَلَ مُعَاوِيَةُ أَوْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ؟ فَقَالَ: لَا نَعْدِلُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا۔

ترجمہ: ابو اسامہ سے سوال کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا کہ ہم کسی غیر صحابی (حتی کہ عظیم الشان تابعی وغیرہ جیسے عمر بن عبد العزیز) کو (سیدنا معاویہ وغیرہ) کسی صحابی کے برابر نہیں کرسکتے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ 2/1173)

ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فضیلت والے صحابی ہیں، غیر صحابی بڑے بڑے متقی پرہیز گار صوفیاء اولیاء علماء حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔

وَقَالَ رَجُلٌ لِلْمُعَافَى بْنِ عِمْرَانَ: أَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ؟ فَغَضِبَ وَقَالَ: لَا يُقَاسُ بِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ۔

ترجمہ: ایک شخص نے المعافی سے پوچھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملے میں کتنا ہے؟ آپ غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی بھی صحابی (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی 2/123)

معاویۃ بن أبی سفیان الصحابی ابن الصحابی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ کے والد بھی صحابی ہیں۔ (تھذیب الأسماء واللغات 2/101)

معاویۃ بن أبی سفیان صخر بن حرب بن أمیۃ الأموی: أبو عبد الرحمن الخلیفۃ، صحابی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اموی خلیفہ اور صحابی ہیں ۔ (مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار 3/555)

مُعَاوِيَةَ يَقُولُ: كَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حضرت فضیل فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اصحابِ محمد کے علماء صحابیوں میں سے ہیں۔ (السنۃ لأبی بکر بن الخلال 2/438)

مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ): وَهُمَا صَحَابِيَّانِ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور سیدنا ابو سفیان بھی صحابی ہیں ۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 1/364)

قال ابن الصّلاح: ثم إن الأمة مجمعة على تعديل جميع الصّحابة ومن لابس الفتن منهم، فلذلک بإجماع العلماء الذين يعتدّ بهم في الإجماع قال الخطيب البغداديّ في الكفاية » مبوبا على عدالتهم: عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل اللهّٰ لهم، وإخباره عن طهارتهم واختياره لهم في نص القرآن۔

ترجمہ: علامہ ابن صلاح فرماتے ہیں تمام صحابہ کرام عادل و دیندار ہیں (فاسق و فاجر دنیادار ظالم منافق نہیں) وہ صحابہ کرام بھی عادل و دیندار ہیں جو جنگوں فتنوں میں پڑے (جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) اس پر معتد بہ علماء کا اجماع ہے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں تمام صحابہ کرام عادل و دیندار ہیں (فاسق و فاجر ظالم دنیادار منافق نہیں) صحابہ کرام کی تعدیل اللہ نے فرمائی ہے اور اللہ نے ان کی پاکیزگی کی خبر دی ہے۔ (امام ابن حجر عسقلانی.. الإصابة في تمييز الصحابة، 1/22)

ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جو جنگوں میں پڑے وہ سب کے سب نیک عادل صحابی ہیں اس پر تمام معتبر علماء کا اجماع ہے اور یہ نظریہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَهُوَ مِنَ الْعُدُولِ الْفُضَلَاءِ وَالصَّحَابَةِ النُّجَبَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَمَّا الْحُرُوبُ الَّتِي جَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَةٍ شُبْهَةٌ اعْتَقَدَتْ تَصْوِيبَ أَنْفُسِهَا بِسَبَبِهَا وَكُلُّهُمْ عُدُولٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَمُتَأَوِّلُونَ فِي حُرُوبِهِمْ وَغَيْرِهَا وَلَمْ يُخْرِجْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ أَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَالَةِ لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ اخْتَلَفُوا فِي مَسَائِلَ مِنْ مَحَلِّ الِاجْتِهَادِ كَمَا يَخْتَلِفُ الْمُجْتَهِدُونَ بَعْدَهُمْ فِي مَسَائِلَ مِنَ الدِّمَاءِ وَغَيْرِهَا وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذَلِكَ نَقْصُ أَحَدٍ مِنْهُمْ۔

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل و دیندار فضیلت والے نجباء صحابہ میں سے ہیں باقی جو ان میں جنگ ہوئی تو ان میں سے ہر ایک کے پاس شبہات تھے اجتہاد جس کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی عادل ہونے کی صفت سے باہر نہیں نکلتا اور ان میں کوئی نقص و عیب نہیں بنتا۔(امام نووي, شرح النووي على مسلم,15/149، چشتی)

طلقاء کہنے سے صحابیت کی نفی نہیں ہوتی جیسے مہاجر و انصار کہنے سے صحابیت کی نفی نہیں ہوتی۔

أنه صحابي من الطلقاء۔ بے شک وہ صحابی ہیں طلقاء میں سے ہیں۔(التنوير شرح الجامع الصغير 5/194)

الصَّحَابِيُّ، مِنَ الطُّلَقَاءِ۔ وہ صحابی ہیں طلقاء میں سے ہیں۔(سير أعلام النبلاء - ط الرسالة 2/543)

ذكره ابن سعد، والطبري: وابن شاهين في الصحابة، وكان من الطلقاء۔ امام ابن سعد اور امام طبری اور امام ابن شاہین نے انہیں صحابہ میں شمار کیا اور وہ طلقاء میں سے تھے۔(الإصابة في تمييز الصحابة 4/301)

أَبُوْهُ مِنَ الطُّلَقَاءِ، وَمِمَّنْ حَسُنَ إِسْلاَمُهُ۔ ان کے والد طلقاء میں سے تھے اور ان کا اسلام لانا اچھا ہو گیا تھا۔(سير أعلام النبلاء - ط الرسالة 3/484)

معاوية) بن أبي سفيان خال المؤمنين وأميرهم، الأمويّ۔ بضم الهمزة۔ الصّحابيّ بن الصحابيّ، كان من مُسلمة الفتح، ومن المؤلّفة قلوبهم، ثمّ حَسُنَ إسلامه كأبيه وأمه هند بنت عتبة۔ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ماموں ہیں مومنین کے اور مومنوں کے امیر ہیں، صحابی ہیں، صحابی کے بیٹے ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان ظاہر کیا، پہلے پہل مولفة القلوب میں سے تھے پھر اسلام لانا ان کا اچھا ہو گیا، اسلام پر اچھائی و پابندی کے ساتھ رہے جیسے کہ ان کا والد ابو سفیان اور ان کی والدہ هنده رضی اللہ عنہم (کا اسلام اچھا ہو گیا تھا، اسلام پر اچھائی کے ساتھ رہے)۔(كشف اللثام شرح عمدة الأحكام 3/472)

أبو سفيان بن حرب » ،و « معاوية » ابنه، ثم حسن إسلامهما. و « حكيم ابن حزام » ، ثم حسن إسلامه. و « الحارث بن هشام » ، أخو « أبي جهل بن هشام » ، ثم حسن إسلامه. [و « صفوان بن أمية » ، ثم حسن إسلامه [٢]. و « سهيل ابن عمرو » ، ثم حسن إسلامه. [و « حويطب بن عبد العزى » ، ثم حسن إسلامه]. و « العلاء بن حارثة الثقفيّ » ، و « عيينة بن حصن بن حذيفة ابن بدر » ، و « الأقرع بن حابس » ، و « مالک بن عوف النّصري » ، و « العباس ابن مرداس السّلمي » ثم حسن إسلامه. و « قيس بن مخرمة » ، ثم حسن إسلامه. و « جبير بن مطعم » ، ثم حسن إسلامه۔

حضرت ابو سفیان سیدنا معاویہ سیدنا حکیم سیدنا حارث سیدنا صفوان سیدنا سہیل سیدنا حویطب سیدنا علاء سیدنا عیینہ سیدنا اقرع سیدنا مالک بن عوف سیدنا عباس بن مرداس سیدنا قیس سیدنا جبیر رضی اللہ عنہم یہ سب پہلے پہل مولفۃ القلوب میں سے تھے پھر اسلام لانا ان کا اچھا ہو گیا، اسلام پر اچھائی پابندی کے ساتھ رہے۔(کتاب المعارف 1/342)

ابْنُ عَمِّ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطُّلَقَاءِ الَّذِيْنَ حَسُنَ إِسْلاَمُهُم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا کے بیٹے طلقاء میں سے تھے پھر ان کا اسلام اچھا ہو گیا، اسلام پر اچھائی پابندی کے ساتھ رہے۔(سیر أعلام النبلاء - ط الرسالۃ 3/95، چشتی)

أسلم هو وأبوه يوم فتح مكة، وشهد حُنينًا وكان من المؤلفة قلوبهم، ثم حسن إسلامه۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد سیدنا ابو سفیان فتح مکہ کے دن ایمان لائے جہاد حنین (وغیرہ) میں شریک ہوئے، پہلے پہل مولفۃ القلوب تھے پھر اسلام پر اچھائی کے ساتھ رہے۔(تاریخ الخلفاء سیوطي صفحہ 148)

ومعاوية بن أبي سفيان ثمّ حسن إسلامه۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے پہل مولفۃ القلوب تھے پھر اسلام پر اچھائی کے ساتھ رہے۔(درج الدرر في تفسير الآي والسور ط الفكر 1/777)

وكان هو وأبوه من المؤلّفة قلوبهم، ثم حَسُنَ إسلامُهما۔ حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہما پہلے پہل مولفۃ القلوب تھے پھر اسلام پر اچھائی کے ساتھ رہے۔(التاريخ المعتبر في أنباء من غبر 1/286)

العلماء متفقون علی حسن إسلامہ۔ علماء متفق ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا اچھا ہو گیا تھا، اسلام پر اچھائی سے رہے۔(الإصابة في الذب عن الصحابة صفحہ 220)

أبو سفيان بن حرب » ، و « معاوية » ابنہ، ثم حسن إسلامهما۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے (پہلے پہل مولفۃ القلوب میں سے تھے) پھر اسلام پر اچھائی کے ساتھ رہے۔(المعارف ابن قتيبة 1/342)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان کہ معاویہ اچھے ہیں، کچھ معاملات کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اگر حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ نازیبا اگر فرمایا بھی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عذر سنایا وضاحت دی اور حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عذر قبول کر لیا لھذا معاذ اللہ فاجر فرعونی ظالم حاکم کہنے والی روایت باطل ہے۔

كَيْفَ أَنَا فِي حَاجَاتِكِ وَرُسُلِكِ وَأَمْرِكِ ؟، قَالَتْ : صَالِحٌ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اجتہاد کی بنیاد پے جنگ و قتل کو چھوڑیے) آپ کے معاملے میں اے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کیسا ہوں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ اچھے ہیں۔(المعجم الكبير للطبراني 19/319)

يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ أَنَا فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنْ حَاجَاتِكِ وَأَمْرِكِ ؟ قَالَتْ : صَالِحٌ ۔ (اجتہاد کی بنیاد پے جنگ و قتل کو چھوڑیے) اے ام المومنین اس کے علاوہ میں کیسا ہوں تو سیدہ عائشہ نے فرمایا آپ اچھے ہیں ۔ (دلائل النبوة للبيهقي 6/457)

يا أمّ المؤمنين كيف أنا فيما سوى ذلك من حاجاتك وأمرك؟ قالت: صالح... فلم يزل يتلطف حتى دخل فلاحه في قتله حجرا، فلم يزل يعتذر حتى عذرته۔ (اجتہاد کی بنیاد پے جنگ و قتل کو چھوڑیے) اے ام المومنین اس کے علاوہ میں کیسا ہوں تو سیدہ عائشہ نے فرمایا اچھے ہیں۔ سیدنا حجر کے قتل کے معاملے میں سیدہ عائشہ نے سیدنا معاویہ کی ملامت فرمائی تو سیدنا معاویہ نے عذر پیش کیا یہاں تک کہ سیدہ عائشہ نے عذر قبول کر لیا۔ (البداية والنهاية ت شيري 8/60)

یہ بھی ممکن ہے کہ اصل بات اتنی ہو مگر بڑھا چڑھا کر پیش کی گئی ہو۔

الأسود قال: قلت لعائشة: إنّ رجلا من الطلقاء يبايع له -يعني معاوية-، قالت: «يا بنيّ، لا تعجب هو ملك الله يؤتيه من يشاء» ۔ سیدنا اسود فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ سے عرض کی کے ایک شخص جو طلقاء صحابیوں میں سے ہے یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی بیعت کی جارہی ہے (حالانکہ طلقاء سے پہلے والے صحابہ جو طلقاء سے افضل ہیں وہ موجود ہیں) کیا یہ عجیب بات نہیں؟ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ تعجب میں مت پڑیے یہ اللہ تعالی کی بادشاہت ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ (المصنف-ابن أبي شيبة-ت الحوت 6/186)

شیعہ روافضیوں نیم روافضیوں کی پیش جانے والی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں اس روایت کا ایک راوی عبد الرحمن بن محمد بن یاسر جوبری ہے۔ تو اس کا یہ مطلب بنا کے جوبری کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں حالانکہ جوبری سے ثابت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ حتّى أدري مذهبك في معاوية. فقلت: صاحب رسول الله -صلّى الله عليه وسلّم-، وترحّمت عليه۔ عبد الرحمن بن محمد بن یاسر جوبری سے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا نظریہ عقیدہ بتاؤ۔ عبد الرحمن بن محمد بن یاسر جوبری نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی ہیں اور ان پر اللہ تعالی کی خصوصی رحمت ہو۔ (سیر اعلام النبلاء 13/134)

شیعہ روافضیوں نیم روافضیوں کی پیش کردہ روایت کے راوی ضعیف و مجھول ہیں، بات فضیلیت کی نہیں کہ ضعیف بھی مقبول ہوتی، بات حکم شرع فاسق وفاجر فرعونی بادشاہ کہنے تک کی بات ہے اور ایسے معاملات (حکم شرعی لگانے ثابت کرنے) میں ضعیف روایت قابل قبول نہیں۔

یتْرک) أَيِ الْعَمَل بِهِ فِي الضَّعِيف إِلَّافِي الْفَضَائِل۔ (شرعی حکم میں) حدیث ضیف پر عمل نہ کیاجائے گامگر فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔(شرح نخبۃ الفکر للقاري ص185)

شیعہ روافضیوں اور نیم روافضیوں کی پیش کردہ روایت کا ایک راوی ایوب بن جابر کے متعلق علماء کے اقوال ملاحظہ کیجیے :سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ جَابِرٍ فَقَالَ: ذَهَبْتُ إِلَى أَيُّوبَ بْنِ جَابِرٍ وَقَدْ كَتَبْتُ عَنْهُ وَكَانَ أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ لَيْسَا بِشَيْءٍ۔ امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ایوب بن جابر اور محمد بن جابر کوئی حیثیت نہیں رکھتے، معتبر نہیں۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلي 1/114، چشتی)

وَقَالَ النَّسَائِيُّ أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ ضَعِيفٌ ۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ ایوب بن جابر ضعیف ہے ۔ (الکامل في ضعفاء الرجال 2/17)

عیسی بن یونس، أنہ کان یرمیہ بالکذب۔ عیسی بن یونس ایوب بن جابر کے متعلق کہا کرتے تھے کہ وہ جھوٹا ہے۔ (موسوعۃ أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحدیث وعللہ 1/138)

أیوب بن جابر بن سیار؛ضعیف واہ، ضعفہ الأئمۃ۔ ایوب بن جابر واہی ہے، ضعیف ہے، اس کو کئی اماموں نے ضعیف قرار دیاہے۔(دیوان السنۃ- قسم الطھارۃ 3/100)

كان علي بن المديني يضعف حديث أيوب بن جابر. سمعت أبي يقول: أيوب بن جابر ضعيف الحديث قال و سئل أبو زرعة(١٦٧ ک) عن أيوب بن جابر فقال واهي الحديث ضعيف۔ امام علی بن مدینی فرماتے تھے کہ ایوب بن جابر ضعیف الحدیث ہے اور امام ابو حاتم کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا ایوب بن جابر کے متعلق تو فرمایا واہی الحدیث اور ضعیف ہے۔(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم 2/ 243)

أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَامَةِ ضَعِيفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ۔ ایوب بن جابر اہل یمامہ میں سے ہے ضعیف ہے اس کی روایت سے(بلا متابع معتبر) دلیل نہیں پکڑ سکتے۔(علل الدارقطني = العلل الواردة في الأحاديث النبوية 5/ 159)

کچھ کتب میں اس کی تعدیل بھی آئی ہے لیکن جرح مفسر ہے تو جرح مفسر مقدم ہے۔ وَالْجَرْحُ) بِفَتْحِ الْجِيمِ بِمَعْنَى التجريح. (مُقَدَّم على التَّعْدِيل) أَي عِنْد التَّعَارُض۔ جب ایک طرف توثیق و تعدیل ہو اور دوسری طرف جرح مفسر ہو تو جرح مقدم کہلائے گی۔(الملا علي القاري, شرح نخبة الفكر للقاري صفحہ 741)

طلقاء کا شیعہ روافضیوں اور نیم روافضیوں نے غلط معنٰی بیان کیا کہ طلقاء زبردستی مسلمان ہوتے ہیں۔ طلقاء سے مراد کیا ہے، چند عبارات پیش ہیں، انصاف سے پڑھیے:

(الطلقاء) جمع طليق: وهم أهل مكة الذين عفا عنهم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة، فقال لهم: اذهبوا فأنتم الطلقاء۔ طلقاء ان اہل مکہ کو کہتے ہیں کہ جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن معاف کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم آزاد ہو (چاہو تو ایمان لاؤ، چاہو تو دنیا و آخرت کی بربادی پے ڈٹے رہو، کہ ہمارا کام سمجھانا ہے، زبردستی مسلمان کرنا نہیں)۔(جامع الأصول 2/ 319)

(الطلقاء) أهل مكة: لأنه -صلى الله عليه وسلم- منّ عليهم، وأطلقهم يوم فتح مكة۔ طلقاء وہ اہل مکہ ہیں کہ جن پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کرتے ہوئے انہیں فتح مکہ کے دن آزاد کر دیا تھا(کہ چاہو تو ایمان لاؤ، چاہو تو دنیا و آخرت کی بربادی پے ڈٹے رہو، کہ ہمارا کام سمجھانا ہے، زبردستی مسلمان کرنا نہیں)۔(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم 3/684)

اذْهَبُوا، فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ. فَعَفَا عَنْهُمْ، وَكَانَ اللهُ قَدْ أَمْكَنَهُ مِنْهُمْ، وَكَانُوا لَهُ فَيْئًا، فَلِذَلِكَ سُمِّيَ أَهْلُ مَكَّةَ الطُّلَقَاءَ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ تم آزاد ہو (چاہو تو ایمان لاؤ، چاہو تو دنیا و آخرت کی بربادی پے ڈٹے رہو کہ ہمارا کام سمجھانا ہے، زبردستی مسلمان کرنا نہیں) رسول کریم نے انہیں معاف کر دیا، لہذا ان اہل مکہ کو طلقاء کہتے ہیں۔ (الكامل في التاريخ-ت تدمري 2/125، چشتی)

الطَّلَقَاءُ وهُم الَّذين خلّى عَنْهُم يومَ فتْحِ مَكَّة، وأَطلقهم۔ طلقاء انکو کہتے ہیں کہ جن کو فتح مکہ کے دن رسول کریم نے آزاد کر دیا تھا اور ان کا راستہ چھوڑ دیا تھا(کہ چاہیں تو ایمان لائیں، چاہیں تو دنیا و آخرت کی بربادی پے ڈٹے رہیں کہ ہمارا کام سمجھانا ہے زبردستی مسلمان کرنا نہیں)۔(تاج العروس 26/120)

الطلقاء، يعني: الذين خلى عنهم يوم فتح مكة وأطلقهم۔ طلقاء انکو کہتے ہیں کہ جن کو فتح مکہ کے دن رسول کریم نے آزاد کر دیا تھا اور ان کا راستہ چھوڑ دیا تھا(کہ چاہیں تو ایمان لائیں، چاہیں تو دنیا و آخرت کی بربادی پے ڈٹے رہیں کہ ہمارا کام سمجھانا ہے زبردستی مسلمان کرنا نہیں)۔(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية 3/498)

الطُّلَقَاءُ) هُوَ بِضَمِّ الطَّاءِ وَفَتْحِ اللَّامِ وَبِالْمَدِّ وَهُمُ الَّذِينَ أَسْلَمُوا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ جَمْعُ طَلِيقٍ يُقَالُ ذَلِكَ لِمَنْ أُطْلِقَ مِنْ إِسَارٍ أَوْ وَثَاقٍ قَالَ الْقَاضِي فِي الْمَشَارِقِ قِيلَ لِمُسْلِمِي الْفَتْحِ الطُّلَقَاءُ لِمَنِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ طلقاء وہ کہ جو فتح مکہ کے دن ایمان لے آئے، ان کو اس لئے طلقاء کہا جاتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر خصوصی احسان کیا۔(شرح النووي على مسلم 7/153)

اور بالفرض طلقاء زبردستی مسلمان کو کہا جائے تو بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں اٹھتا کہ ان سمیت کئی طلقاء حسن الاسلام، اچھے اسلام والے، پابند اسلام بن گئے تھے جیسے کہ اوپر بات نمبر تین اور چار میں ثابت کیا گیا ہے۔

ایک اور اعتراض شیعہ رافضی اور نیم رافضی کرتے ہیں کہ: امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں اپنے رفقا سے خطاب میں جو بیان کیا آئمہ اہلسنت اسے طلقاء کا حقیقی تعارف شمار کرتے ہیں جناب علی ابن ابی طالب نے اپنے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا؛

وَ تَحَرَّوا الْحَرْبِ عَدُوِّكُمْ، فَانَّتَبِهُوا اِنَّمَا تُقَاتِلُونَ الطلقاء وَ أَبْنَاءَ الطلقاء وَ أَهْلَ الْجَفَاءِ، وَ مَنْ أَسْلَمَ كَرْهاً... وَلِلْاِسْلَامِ كُلِّهِ حَرْباً، أَعْدَاءَ السُّنَّةِ وَالْقُرْآنِ، وَ أَهْلَ الْبِدَعِ وَالْاَحْدَاثِ، وَ أَكَلَةَ الرِّشَا، وَعَبِيدَ الدُّنْيَا: اپنے دشمنوں سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور جان لو کہ تم طلقاء اور ان کے بیٹوں اہل جفا سے نبرد آزما ہو جو دباؤ کے تحت ڈر کے مارے اسلام لائے یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اسلام سے جنگ کرتے رہے یہ لوگ قرآن و سنت کے دشمن ہیں یہی لوگ اہل بدعت ہیں یہی لوگ راشی اور دنیا کے رسیا بندے ہیں۔ (دینوری، ابن قتیبہ؛ الامامہ والسیاسہ، بیروت، دارالاضواء، 1410 ق، طبع اول، ص178.)

جواب: الامامۃ والسیاسۃ معتبر اہلسنت کی کتاب نہیں بلکہ متنازعہ کتاب ہے حتی کہ بعض نے اسے ابن قتیبہ کی تصنیف ہی قرار نہ دیا بعض نے لکھا کہ ابن قتیبہ دو تھے ایک سنی ایک شیعہ، شیعہ نے کتاب لکھی اور شیعہ اسے سنی مصنف کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں۔ (دیکھیے میزان الکتب صفحہ 275 لسان المیزان ر4460)

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی اتنی بڑی بات اور اتنا بڑا فتوی... یقینا ایسی بات کے لیے سند کا ہونا بہت ضروری ہے، حالانکہ اس کی کوئی بھی سند موجود نہیں ہے اور جب سند موجود نہ ہو تو ایسی بات معتبر نہیں کہلاتی بلکہ جھوٹ کہلاتی ہے کہ جو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ الإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ. وَلَوْلَا الإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ سند دین کے اصولوں میں سے ہے اگر سند (لانے لکھنے کی تحقیق) نہ ہوتی تو جو شخص جو منہ میں آتا کہہ دیتا۔ (صحيح مسلم- ت عبد الباقي1/15، چشتی)(شرح صحيح البخاري للحويني4/1)(العلل الواقع بآخر جامع الترمذي - ت بشار ص232 نحوه)(الكافي في علوم الحديث ص403)

(مقدمة ابن الصلاح ومحاسن الاصطلاح ص437، چشتی)(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي2/213)۔ اور بھی بہت ساری کتب میں ایسا لکھا ہے۔

مذکورہ روایت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو اسلام دشمن منافق قران و سنت کا دشمن کہا گیا ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق سیدنا معاویہ ایسے نہ تھے۔ نہج البلاغۃ میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم موجود ہے کہ: ومن كلام له عليه السلام وقد سمع قوما من أصحابه يسبون أهل الشام أيام حربهم بصفين إني أكره لكم أن تكونوا سبابين، ولكنكم لو وصفتم أعمالهم وذكرتم حالهم كان أصوب في القول۔

ترجمہ: جنگ صفین کے موقعے پر اصحابِ علی میں سے ایک قوم اہل الشام (سیدنا معاویہ سیدہ عائشہ وغیرھما رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو برا کہہ رہے تھے، لعن طعن کر رہے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: تمہارا (اہل شام، معاویہ، عائشہ صحابہ وغیرہ کو) برا کہنا لعن طعن کرنا مجھے سخت ناپسند ہے، درست یہ ہے تم ان کے اعمال کی صفت بیان کرو۔ (شیعہ کتاب نہج البلاغۃ صفحہ 437)

ثابت ہوا حضرت امیر معاویہ، سیدہ عائشہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف کی جائے، شان بیان کی جائے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند ہے۔ ثابت ہوا کہ سیدنا معاویہ سیدہ عائشہ و غیرہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن گالی و مذمت کرنے والے شیعہ ذاکرین ماکرین شیعہ رافضی اور نیم رافضی محبانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم نہیں بلکہ نافرمان و مردود ہیں، انکے کردار کرتوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند ہی نہیں بلکہ سخت ناپسند ہے۔

ان علیالم یکن ینسب أحدا من أھل حربہ إلی الشرک ولا إلی النفاق ولکنہ کان یقول: ھم إخواننا بغوا علینا۔

ترجمہ: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اہل حرب (سیدنا معاویہ، سیدہ عائشہ اور ان کے گروہ رضی اللہ عنہم) کو نہ تو مشرک کہتے تھے نہ منافق۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ سب ہمارے (دینی) بھائی ہیں مگر (مجتہد) باغی ہیں۔ (شیعہ کتاب بحارالانوار 32/324) (شیعہ کتاب وسائل الشیعۃ 15/83) (شیعہ کتاب قرب الاسناد صفحہ 94)

سیدنا ابو بکر و عمر، سیدنا معاویہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلے عام یاڈھکے چھپے الفاظ میں منافق بلکہ کافر تک بکنے والے، توہین و گستاخی کرنے والے رافضی اور نیم رافضی اپنے ایمان کی فکر کریں۔ یہ محبانِ علی و اہلبیت نہیں بلکہ نافرمانِ علی ہیں، نافرمانِ اہلبیت رضی اللہ عنہم ہیں۔

فنعی الولید إلیہ معاویۃ فاسترجع الحسین۔ سیدنا امام حسین کو جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ (شیعہ کتاب اعلام الوری طبرسی 1/434)۔ مسلمان کو کوئی مصیبت، دکھ ملے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (سورہ بقرہ 156)۔ ثابت ہوا حضرت امیر معاویہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مطابق کافر ظالم منافق دشمن برے ہرگز نہ تھے جو کہ مکار فسادی نافرمان دشمنانِ اسلام گستاخانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ ہے۔ اللہ عزوجل جملہ فتنہ پروروں کے شر اور فتنوں سے بچائے آمین۔

کیا حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے؟

محترم قارئینِ کرام:

اس سوال کا جواب مسلک اہل سنت کی سینکڑوں کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ اہل بیت سے سچی محبت کرتے تھے لیکن اس کا جواب ہم شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے دیتے ہیں:

شیعہ مولوی ملا باقر مجلسی کتاب جلاء العیون میں لکھتا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وصال کے وقت یزید کو یہ وصیت فرما گئے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پس ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے گوشت وخون سے انہوں نے پرورش پائی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی مدد نہ کریں گے۔ تنہا چھوڑ دیں گے اگر ان پر قابو پالے تو ان کے حقوق کو پہچاننا' ان کا مرتبہ جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے ہے اس کو یاد رکھنا' خبردار ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ (جلاء العیون جلد دوم صفحہ نمبر 421,422)

ایک اور شیعہ عالم ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزید کو یہ وصیت فرمائی: کہ اے بیٹا! ہوس نہ کرنا اور خبردار جب للہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو تو تیری گردن میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

محترم قارئین کرام: غور کیجیے حضرت معاویہ رضی للہ عنہ 'یزید کو یہ وصیت کر رہے ہیں کہ ان کی تعظیم کرنا بوقت مصیبت ان کی مدد کرنا۔ اب اگر یزید پلید اپنے والد کی وصیت پر عمل نہ کرے تو اس میں حضرت معاویہ رضی للہ عنہ کا کیا قصور؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پلید کو کافر لکھا ہے اور اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ یزید پلید 'شرابی' ظالم اور امام حسین رضی للہ عنہ کے خون کا ذمہ دار ہے 'لیکن اس کے بدلے میں حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کو بدنام کرنا یہ کون سی دیانت ہے؟

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ بڑے عالم ہیں

ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی دینی سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بارے میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بن حضرت ابی طالب سے پوچھ لیجیے، وہ مجھ سے زیادہ بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا: امیر المومنین آپ کی رائے، میرے نزدیک علی (رضی اللہ عنہ) کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے تو بہت ہی بری بات کی اور آپ کی رائے بہت ہی قابل مذمت ہے۔ کیا آپ ان صاحب (حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ) کی رائے کو ناپسند کر رہے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے علم سے عزت بخشی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے انہیں فرمایا تھا: علی (رضی اللہ عنہ) آپ میرے لیئے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو کہ موسیٰ کے نزدیک ہارون (علیہما الصّلوٰۃ والسّلام) کی تھی۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابن عساکر۔ 42/170، چشتی)

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایران و

خراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک بار حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جی کھول کر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار، جود و سخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا: "اے ابو یزید (عقیل)! میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں۔" عقیل نے یہ سن کر کہا: "امیر المومنین! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی۔ (ابن عساکر۔ 42/416)

جب خارجیوں نے حضرت علی و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے قتل کا منصوبہ بنایا

خارج نے حضرت مولا علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حملہ آور کو پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا: "میرے پاس ایسی خبر ہے جسے سن کر آپ خوش ہو جائیں گے۔ اگر میں آپ سے وہ بیان کر دوں تو آپ کو بہت نفع پہنچے گا۔" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بیان کرو۔" کہنے لگا: "آج میرے بھائی نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہو گا۔" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کاش تمہارا بھائی ان پر قابو نہ پا سکے۔ (تاریخ طبری۔ 3/2-357، چشتی)

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے، انہیں خوش آمدید کہتے اور عطیات دیتے۔ ایک ہی دن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے انہیں بیس لاکھ درہم دیے۔ (ابن عساکر۔ 59/193)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ دیا ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو چالیس لاکھ درہم دیے۔ ایک مرتبہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں ان کے پاس آئے تو انہیں بیس بیس لاکھ درہم دیے۔(ابن عساکر۔59 / 193)

اہل تشیع کے بڑے عالم اور نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: معاویہ دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے دس دس لاکھ درہم بطور عطیہ دیئے۔ ان کا بیٹا یزید پہلا آدمی تھا جس نے ان عطیات کو دوگنا کیا۔ حضرت علی کے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ہر سال دس دس لاکھ درہم دیئے جاتے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بھی دیئے جاتے۔(ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ)

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برابر ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتے رہے۔ وہ انہیں عطیہ دیتے اور ان کی بھرپور عزت کرتے۔(ابن کثیر۔11 / 477)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو تحفے بھیجنا اتنی معروف بات ہے کہ ابو مخنف کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ موصوف لکھتے ہیں: معاویہ ہر سال حسین رضی اللہ عنہما کو ہر قسم کے تحفوں کے علاوہ دس لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔(ابو مخنف۔ مقتل الحسین علیہ السلام۔ قم:مطبعہ امیر)

محترم قارئین کرام: حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 465 ہجری) اپنی مشہور زمانہ کتاب کشف المحجوب شریف میں لکھتے ہیں کہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک مفلس و غریب آدمی مدد کے لیے حاضر ہوا آپ نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا بیٹھ جاؤ، ہمارا وظیفہ راستے میں ہے، کچھ دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور پانچ تھیلیاں دیناروں کی پیش

کیں جس میں ایک ایک ہزار دینار تھے اور ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے معذرت بھی کی، آپ رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلیاں اسی طرح پاس بیٹھے سائل کو دے دیں۔ (کشف المحجوب مترجم، صفحہ نمبر 185 مکتبہ شمس وقمر بھاٹی چوک لاہور)

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ لکھ کر بہت ساری گتھیاں سلجھادی ہیں ، جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کرنا، امام عالی مقام کا اسے نہ صرف قبول کرنا بلکہ اسے راہِ خدا میں خرچ بھی کرنا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیغام میں معافی چاہنا؛ اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات یا جملہ ذکر نہ کرنا جیسا کہ آج کل کے تفضیلی رافضی ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اگر حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ویسے ہوتے جیسا کہ معاذ اللہ آج باغی طاغی، ظالم، فاسق، منافق، شرابی، سودی، اور دشمن اہل بیت کی گردانیں پڑھی جارہی ہیں تو حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایسے واقعہ کو جس سے ان ہستیوں میں محبت واضح وثابت ہورہی ہے ذکر ہی نہ کرتے، اسی واقعہ کے بعد اگلے صفحہ پر حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے اہل بیت رضی اللہ عنہم پر مظالم کو بھی ذکر کیا مگر کہیں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام یا ذکر اشارۃً بھی نہ کیا، نہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے صفین وجمل کو چھیڑا، پتہ چلا حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ ایک حساس اور الگ قسم کا مسئلہ تھا جس پر کسی قسم کی طعن وتشنیع نہیں کی جاسکتی وہ سب اصحاب رسول رضی اللہ عنہم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کا ادب واحترام ہم سب پر واجب ہے۔

حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے سالانہ وظائف کے علاوہ مختلف مواقع پر حضراتِ حَسَنَینِ کَرِیمَین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیش بہا نذرانے پیش کئے، یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی پانچ ہزار دینار، کبھی تین لاکھ دِرہم تو کبھی چار لاکھ درہم حتی کہ ایک بار 40 کروڑ روپے تک کا نذرانہ پیش کیا۔(سیر اعلام النبلاء، ج 4، ص 309، طبقات ابن سعد، ج 6، ص 409، معجم الصحابہ، ج 4، ص 370، کشف المحجوب، ص 77، مراٰۃ المناجیح، ج 8، ص 460)

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کے دور حکومت میں سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی للہ عنہا دونوں حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کے پاس شام میں آیا جایا کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ ان دونوں شہزادوں کا بہت احترام فرماتے تھے۔ ان کی خدمت میں بہت سے عطیات اور وظائف پیش کرتے تھے اور دونوں شہزادے انہیں بخوشی قبول فرماتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 8، ص 158، چشتی)

اسی البدایہ والنہایہ میں ہے: حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نے یزید سے کہا تھا کہ امام حسین رضی للہ عنہ کے ساتھ اچھا رویہ اختیار رکھنا فصل رحمہ وارفق بہ (ان سے صلہ رحمی اور نرمی والا معاملہ کرنا)۔(البدایہ والنہایہ جلد 8 ص 169)

حضرات معاویہ کے حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے تعلقات، اتحاد و بیعت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں نے حضرت امیر معاویہ رضی عنہ کی بیعت کی اور شیعوں کے کہنے پر توڑنے سے انکار کر دیا۔(تذکرۃ الاطہار صفحہ 247 شیعہ مذہب کی مستند کتاب)

نوٹ: اس موضوع پر مسلسل لکھنے اور حوالہ جات دینے کا ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم میں کوئی دشمنی نہیں تھی جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں وہ دور ہو گئی اور امامین

کریمین رضی اللہ عنہمانے بیعت کر کے یہ ثابت فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت حق ہے ورنہ جو باطل کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں اور سب کچھ قربان کر دیتے ہیں تو اس کا بھی انکار فرمادیتے اللہ تعالیٰ فتنہ، فساد اور شر پھیلانے والوں کو ہدایت عطاء فرمائے آمین۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے باہمی مشورے سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ حضرت علی سے ان کی شہادت سے پہلے پوچھا گیا: "کیا آپ کے بعد ہم حسن کی بیعت کر لیں؟" آپ نے فرمایا: "میں نہ تو اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے منع کرتا ہوں۔" (تاریخ طبری، چشتی)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے چھ ماہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اتحاد کر لیا اور خلافت کو ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو وصیت ہم نے جو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا حکم انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے دیا تھا۔

اس طرح سے امت مسلمہ پھر اکٹھی ہوگئی اور باغی تحریک کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ حضرت حسن کو دبا کر ان سے اپنی باتیں منوالیں گے لیکن آپ نے اس کے بالکل برعکس معاملہ کیا۔ باغی راویوں نے اس کا انتقام حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی لیا اور آپ کے متعلق کچھ ایسی روایات وضع کیں جن میں آپ کی کردار کشی کی گئی۔ اس باب میں ہم انہی روایات کا جائزہ لیں گے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خصوصی حیثیت کیا تھی؟

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین نواسے ہیں۔ جب آپ خلیفہ بنے تو آپ کی عمر محض 38 برس تھی۔ باغیوں نے بھی اس امید پر آپ کی بیعت کر لی تھی کہ آپ ناتجربہ کار ہیں، اس طرح وہ آپ سے وہ اپنی بات آسانی سے منوالیں گے۔ دوسری جانب اہل شام بھی آپ کا احترام کرتے تھے کیونکہ آپ آخری دم تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتے رہے تھے اور جنگ صفین میں بھی آپ جنگ سے دور

رہے تھے۔ اس وجہ سے آپ کی شخصیت اتحاد کے اس مشن کے لیے انتہائی موزوں تھی۔ آپ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک پیش گوئی فرمائی تھی جو کہ صحیح بخاری میں بیان ہوئی ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اتحاد کیوں کیا؟

یہ بات واضح ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کی قیمت پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اتحاد اس لیے کیا تا کہ مخلص مسلمان متحد ہوں اور منافق باغیوں کی سرکوبی کی جا سکے۔ یہ حضرت حسن کے انتہادرجے کے خلوص کی نشانی تھی کہ آپ نے اپنے ذاتی مفاد پر امت مسلمہ کے مفاد کو ترجیح دی۔ باغی راویوں کو آپ کا یہ اتحاد ہضم نہیں ہو سکا اور انہوں نے تاریخی روایتوں میں اپنے جملے داخل کر کے اس اتحاد کو معاذ اللہ آپ کے لالچ، مفاد پرستی، بزدلی اور کمزوری سے تعبیر کیا ہے۔ یہ بات حقیقت سے بالکل ہی دور ہے۔ طبری ہی نے بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے واقعے کی اصل صورت سامنے آ جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کا لشکر تیار کیا تھا جو آذر بائیجان اور اصفہان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک خاص لشکر عربوں کا تھا جس میں چالیس ہزار جنگجو تھے اور انہوں نے حضرت علی سے مرنے پر بیعت کی تھی۔ آپ نے ان پر قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا تھا اور قیس مہم میں کچھ تاخیر کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت علی شہید ہوئے اور اہل عراق نے حسن بن علی کو خلیفہ مقرر کیا۔ اہل عراق نے جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے خلافت کی بیعت کی تو حسن نے ان سے یہ شرط طے کی کہ آپ لوگ میری بات کو سنیں گے اور میری اطاعت کریں گے۔ میں جس سے صلح کروں، آپ اس سے صلح کریں گے اور میں جس سے جنگ کروں، اس سے جنگ کریں گے۔ اس شرط سے اہل عراق (یعنی باغی پارٹی) کے دلوں میں شک آ گیا۔ انہوں نے کہا: "یہ شخص ہمارے کام کا نہیں، اس کا تو جنگ کا ارادہ لگتا نہیں ہے۔" حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ ان پر برچھی کا وار کیا گیا جو اوچھا پڑا۔ اب ان لوگوں کے لیے حسن کے دل میں بغض بڑھ گیا اور وہ ان سے محتاط ہو گئے۔

انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی اور اپنی شرائط لکھ بھیجیں کہ اگر آپ انہیں منظور کر لیں تو میں اطاعت کروں گا اور آپ پر اس وعدے کا پورا کرنا لازم ہو گا۔ (تاریخ طبری، چشتی)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ذاتی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے مفاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اتحاد کیا تھا۔ ایک شخص جس کے ساتھ چالیس ہزار جنگجو ہوں اور وہ بھی ایسے کہ جنہوں نے موت پر بیعت کی ہو، اسے کیا خوف لاحق ہو سکتا تھا۔ واضح ہے کہ حضرت حسن باغی پارٹی سے نفرت کرتے تھے اور انہیں اقتدار سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف باغی پارٹی نے بھی بھانپ لیا تھا کہ آپ ان کے کام کے آدمی نہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا اور آپ کے خیمے کو لوٹ لیا اور جس قالین پر آپ بیٹھے تھے، اسے بھی کھینچ لیا۔

اس حملے کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے نکلے اور مدائن کے قریب مقصورۃ البیضاء کے مقام پر جا کر ٹھہرے۔ یہاں بھی آپ پر حملہ کیا گیا۔ یہ حملہ کرنے والا مختار ثقفی تھا جس نے پچیس برس بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام کے نام پر اپنی تحریک شروع کی اور پھر نبوت کا دعوی بھی کیا۔ روایت یہ ہے: سعد بن مسعود، جو مختار کے چچا تھے اور یہ ابھی نوجوان لڑکا تھا، (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے) مدائن کے گورنر تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے کے بعد مدائن تشریف لائے تو اس نے اپنے چچا کو تجویز پیش کی کہ آپ کو باندھ کر حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا جائے اور اس کے صلے میں امان مانگ لی جائے۔ چچا نے اسے جھڑک دیا اور کہا: "اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر حملہ کر کے انہیں باندھ لوں۔ کیا برے آدمی ہو تم؟" حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کے معاملات میں تفرقہ پڑ گیا ہے تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ معاویہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہم کو ان کے پاس روانہ کیا۔ دونوں شخص مدائن میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جو مطالبہ حسن نے کیا، اسے منظور کر لیا۔ (تاریخ طبری۔ 4/1-24، چشتی)

صلح کے معاملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار بھی غیر معمولی ہے

روایت کے مطابق آپ ہی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر جنگ و جدال کا یہ سلسلہ جاری رہا تو مسلمانوں ہی کو نقصان پہنچے گا۔ اس وجہ سے آپ نے صلح کی تحریک شروع کی اور ایک سادہ کاغذ پر دستخط کر کے اس پر مہر لگائی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے: ابو موسی اسرائیل بیان کرتے ہیں کہ ان سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا کہ جب حسن بن علی، معاویہ کے مقابلے کے لیے لشکر لے کر چلے تو عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا: "میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جو لشکر دیکھا ہے، وہ اس وقت تک واپس جانے والا نہیں ہے جب تک کہ مقابل کی فوج کو بھگا نہ لے۔" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "(اگر یہ جنگ ہو گئی اور فریقین کے بہت سے لوگ مارے گئے تو) مسلمانوں کی اولاد کی پرورش کون کرے گا؟" عمرو نے کہا: "ہم ان سے مل کر صلح کے لیے بات چیت کریں گے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ایک بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا (بخاری۔ کتاب الفتن۔ حدیث 6692، چشتی)

اس سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے امت کے لیئے خلوص کا اندازہ ہوتا ہے۔ اپنی انا اور وقار کے لیئے جان دینے والے تو بہت ملتے ہیں لیکن اپنے دین اور امت کی بہتری کے لیے اپنی انا کو قربان کرنے والے کم ہی ملتے ہیں۔ حضرت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانی ایسی ہے کہ مسلمانوں کو تا قیامت اس پر خوشی محسوس کرنی چاہیے اور آپ کے اسوہ حسنہ سے سبق سیکھنا چاہیے لیکن چونکہ یہ باغی تحریک کے مفاد کے خلاف تھی، اس وجہ سے انہوں نے اس قسم کی روایتیں مشہور کیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، معاذ اللہ کمزور آدمی تھے اور انہوں نے دب کر صلح کی تھی۔ اوپر صحیح بخاری کی روایت سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت

حسن کس درجے میں طاقتور تھے۔ اس روایت میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسے انتہائی تجربہ کار سپہ سالار کی رائے نقل ہوئی ہے کہ حضرت حسن کے ساتھ بڑی فوج موجود تھی اور اس کے مورال کا عالم یہ تھا کہ وہ فتح کے بغیر پیچھے ہٹنے والے نہ تھے۔ فوج کے سالار قیس بن سعد رضی اللہ عنہما جیسے ماہر سیاست اور جنگجو کر رہے تھے۔ طبری کی روایت میں اس فوج کے لیے "پہاڑ جیسی افواج" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے بعد بھی کہا جائے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دب کر صلح کی تو اسے تعصب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عباس، قیس بن سعد اور زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے بھی صلح کر لی۔ آپ جنگ سے اس درجے میں بچنا چاہتے تھے کہ کسی طور پر بھی اسے پسند نہ فرماتے تھے ۔ طبری کی روایت ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد کے پاس قاصد روانہ کیا کہ ان کو خوف خدا دلائے اور پوچھے کہ کس کے حکم سے آپ لوگ لڑنے کو تیار ہیں۔ جن کے تابع حکم تو آپ لوگ تھے، انہوں نے تو میری بیعت کر لی ہے۔ قیس نے معاویہ سے دب جانا گوارا نہ کیا۔ معاویہ نے ایک کاغذ پر مہر لگا کر انہیں بھیج دیا کہ جو آپ کا جی چاہے، اس کاغذ پر لکھ لیجیے، مجھے سب منظور ہے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: "قیس کے ساتھ رعایت نہیں کرنا چاہیے۔" معاویہ نے کہا: "ہوش کیجیے! اتنے لوگوں کو ہم اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ اہل شام میں سے بھی اتنے ہی لوگ نہ مارے جائیں اور جن کے بعد زندگی بے لطف ہے۔ واللہ! جب تک کچھ بھی چارہ کار ممکن ہے، میں قیس سے نہ لڑوں گا۔ جب حضرت معاویہ نے وہ مہر شدہ کاغذ بھیجا تو قیس نے اپنے لیے اور حضرت علی کے گروہ کے لیے، امان طلب کی۔ یہ امان اس معاملے میں تھی جو قتل ان کے ہاتھوں ہوئے یا جو مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا (اس کا ان سے انتقام نہ لیا جائے گا۔) اس عہد نامہ میں انہوں نے حضرت معاویہ سے مال کی مطلق خواہش نہ کی اور حضرت معاویہ نے ان کی ہر شرط کو منظور کر لیا۔ ان کے سب ساتھی حضرت معاویہ کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے۔ اس فتنہ کے زمانے میں پانچ افراد بڑے صائب الرائے اور اہل سیاست میں شمار ہوتے تھے۔ یہ معاویہ بن ابی سفیان، عمرو

بن عاص، مغیرہ بن شعبہ، قیس بن سعد اور مہاجرین میں عبد اللہ بن بدیل خزاعی رضی اللہ عنہم تھے۔ ان میں قیس اور ابن بدیل، علی کے ساتھ تھے اور مغیرہ و عمرو، معاویہ کے ساتھ تھے۔ (طبری۔ 4/1-27، چشتی)

کیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اتحاد کی مخالفت کی؟

ابنِ سبائی راویوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس اتحاد کا مخالف ثابت کیا جائے تا کہ ان کی باغیانہ سرگرمیوں کو جواز مل سکے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کے بارے میں یہ بات انتہائی بدگمانی پر مبنی ہے کہ آپ مسلمانوں میں نہایت ہی مبارک اتحاد ہوتا دیکھ کر دوبارہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے پورے دور میں جو طرز عمل رکھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دل و جان سے قدر کرتے تھے۔ اس کا اندازہ الاخبار الطوال کی اس روایت سے ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ "الاخبار الطوال" کسی نامعلوم شیعہ مصنف کی کتاب ہے اور غلط طور پر ابو حنیفہ الدینوری سے منسوب ہے: (صلح کے بعد) حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ملاقات سب سے پہلے حجر بن عدی سے ہوئی۔ اس نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کے اس فعل (صلح) پر شرم دلائی اور دعوت دی کہ وہ (حضرت معاویہ سے) دوبارہ جنگ شروع کریں اور کہا: "اے رسول اللہ کے بیٹے! کاش کہ میں یہ واقعہ دیکھنے سے پہلے مر جاتا۔ آپ نے ہمیں انصاف سے نکال کر ظلم میں مبتلا کر دیا۔ ہم جس حق پر قائم تھے، ہم نے وہ چھوڑ دیا اور جس باطل سے بھاگ رہے تھے، اس میں جا گھسے۔ ہم نے خود ذلت اختیار کر لی اور اس پستی کو قبول کر لیا جو ہمارے لائق نہ تھی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حجر بن عدی کی یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے فرمایا: "میں دیکھتا ہوں کہ لوگ صلح کی طرف مائل ہیں اور جنگ سے نفرت کرتے ہیں۔ آپ کیوں اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ میں لوگوں پر وہ چیز مسلط کروں جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔ میں نے خاص طور پر اپنے شیعوں کی بقا کے لیے یہ صلح کی ہے۔ میری رائے کہ

جنگوں کے اس معاملے کو مرتے دم تک ملتوی کر دیا جائے۔ یقیناً اللہ ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے۔ اب حجر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، ان کے ساتھ عبیدہ بن عمرو بھی تھے۔ یہ دونوں کہنے لگے: "ابو عبداللہ! آپ نے عزت کے بدلے ذلت خرید لی۔ زیادہ کو چھوڑ کر کم کو قبول کر لیا۔ آج ہماری بات مان لیجیے، پھر عمر بھر نہ مانیے گا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی صلح پر چھوڑ دیجیے اور کوفہ وغیرہ کے باشندوں میں سے اپنے شیعہ کو جمع کر لیجئے۔ یہ معاملہ میرے اور میرے ساتھیوں کے سپرد کر دیجیے۔ ہند کے بیٹے (معاویہ) کو ہمارا علم اس وقت ہو گا جب ہم تلواروں کے ذریعے اس کے خلاف جنگ کر رہے ہوں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "ہم بیعت کر چکے اور معاہدہ کر چکے۔ اب اسے توڑنے کا کوئی راستہ نہیں۔" (الاخبار الطوال۔ ص 233-234، چشتی)۔ اسی روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی صلح چاہتے تھے۔ بعد میں بھی پورے بیس برس ان کے تعلقات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت اچھے رہے۔

(1) جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے، انہیں خوش آمدید کہتے اور عطیات دیتے۔ ایک ہی دن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے انہیں بیس لاکھ درہم دیے۔ (ابن عساکر۔ 59 / 193، چشتی)

(2) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہ دیا ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو چالیس لاکھ درہم دیے۔ ایک مرتبہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں ان کے پاس آئے تو انہیں بیس بیس لاکھ درہم دیے۔ (ابن عساکر۔ 59 / 193)

(3) اہل تشیع کے بڑے عالم اور نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: معاویہ دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے دس دس لاکھ درہم بطور عطیہ دیئے۔ ان کا بیٹا یزید پہلا آدمی تھا جس نے ان عطیات کو دوگنا کیا۔ حضرت علی کے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ہر سال دس دس لاکھ درہم دیئے جاتے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بھی دیئے جاتے۔ (ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ)

(4) جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برابر ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتے رہے۔ وہ انہیں عطیہ دیتے اور ان کی بھرپور عزت کرتے۔ (ابن کثیر۔ 11/477، چشتی)

(5) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو تحفے بھیجنا اتنی معروف بات ہے کہ ابو مخنف کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ موصوف لکھتے ہیں: معاویہ ہر سال حسین رضی اللہ عنہما کو ہر قسم کے تحفوں کے علاوہ دس لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ (ابو مخنف۔ مقتل الحسین علیہ السلام۔ قم: مطبعہ امیر)

(6) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ قیصر روم کو خوفزدہ رکھنے کے لیے ہر سال دو مہمات ترکی کی جانب روانہ کرتے تھے۔ یہ سردی اور گرمی کی مہمات کہلاتی تھیں اور طبری نے ہر سال کے باب میں ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ آپ نے ایک مہم قیصر کے دار الحکومت قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی جانب روانہ کی۔ اس لشکر میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ (ابن کثیر۔ 11/477)۔ بزرگ صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اسی لشکر کا حصہ تھے اور ان کی وفات قسطنطنیہ ہی میں ہوئی جہاں ان کی قبر آج تک موجود ہے۔ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دل و جان سے جائز حکمران تصور نہ کرتے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ ہر سال ان کے مہمان بنتے اور ان کے دیے گئے تحفوں کو قبول کرتے۔

یہاں ہم اس روایت کا جائزہ پیش کریں گے جو طبری نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق نقل کی ہے: قال زیاد بن عبد اللہ، عن عوانۃ؛ وذکر نحو حدیث المسروقی، عن عثمان بن عبد الرحمن ھذا، وزاد فیہ: حسن نے حسین اور عبد اللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) سے ذکر کیا کہ میں معاویہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ لکھ چکا ہوں اور ان کی دی گئی امان کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ کہنے لگے: "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ معاویہ کی بات کی تصدیق اور علی کی بات کی تکذیب نہ کیجیے۔" حسن نے جواب دیا: "خاموش رہیے، میں آپ سے بہتر اس بات کو جانتا ہوں۔" (طبری۔ 4/1-25)

سند کو دیکھیے تو اس میں عوانہ کلبی ((765 / 147 .d موجود ہیں جو ہشام کلبی کے استاذ ہیں۔ دوسرے صاحب زیاد بن عبد اللہ (799 / 183 .d) ہیں جو کہ ضعیف تھے۔ تیسرے صاحب عثمان بن عبد الرحمن الحرانی ہیں (.d 819 / 203) جو کہ خود تو اگرچہ سچے آدمی ہیں مگر ضعیف لوگوں سے بکثرت روایتیں قبول کر لیتے ہیں۔ (ذہبی۔ سیر الاعلام النبلاء۔ شخصیت نمبر 4372,3714,2143)۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا راوی نہیں ہے جو حضرت امام حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کے اتحاد (662/41) کا عینی شاہد ہو بلکہ یہ سب سو سال بعد کے لوگ ہیں۔ اس وجہ سے غالب امکان یہی ہے کہ سند کے نامعلوم راویوں میں سے کوئی باغی راوی موجود ہے جس نے اپنی بغاوت کو جسٹی فائی کرنے کے لیئے اپنے الفاظ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ نے معاہدے کی شرائط پوری نہ کیں؟

حضرت امام حسن و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کے معاہدے کو بیان کرتے ہوئے طبری نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاہدے کی شرائط کو پورا نہ کیا۔ روایت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک سادہ

کاغذ پر دستخط کر کے بھجوا دیا اور کہا کہ آپ جو جی چاہے، لکھ لیجیے۔ دوسری طرف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی شرائط پہلے ہی لکھ کر انہیں بھجوا چکے تھے۔ جب انہیں سادہ کاغذ ملا، تو انہوں نے اس پر مزید شرائط لکھ کر اپنے پاس رکھ لیں اور بعد میں ان کا مطالبہ کیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان بعد میں لکھی گئی شرائط کو پورا نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوا بھی ہو تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ انہی شرائط کو پورا کرنے کے پابند تھے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں بھجوا دی تھیں اور جن پر فریقین کا معاہدہ ہوا تھا۔ تاہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم، تدبر، مروت اور کشادہ دلی کو مد نظر رکھا جائے تو یہ واقعہ بھی بے سروپا نظر آتا ہے۔

یہ واقعہ جس سند سے روایت ہوا ہے، سند یہ ہے: حدثني عبد الله بن أحمد المروزي، قال: أخبرني أبي، قال: حدثنا سليمان، قال: حدثني عبد الله، عن يونس، عن الزهري۔ یہ سند ابن شہاب الزہری (58-124 / 58-124) سے شروع ہوتی ہے جو اس واقعہ کے سترہ برس بعد پیدا ہوئے۔ معلوم نہیں کہ انہوں نے کس شخص سے یہ بات سنی۔ عین ممکن ہے کہ وہ نامعلوم شخص باغی تحریک کا رکن رہا ہو۔ پھر زہری سے اس روایت کو یونس بن یزید ایلی بیان کرتے ہیں جو کہ ناقابل اعتماد ہیں اور زہری سے ایسی باتیں روایت کرتے ہیں جو اور کوئی نہیں کرتا ہے۔

باغیوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے انتقام کیسے لیا؟

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے اتحاد کر کے چونکہ باغی تحریک کی لٹیا ہی ڈبو دی تھی، اس وجہ سے ان کے دل میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیئے بہت بغض تھا۔ اس موقع پر انہوں نے آپ کو "یا مذل المومنین" یعنی اے مومنین کو ذلیل کرنے والے کہہ کر پکارا۔ بعد میں ان کی طرح طرح سے کردار کشی کی گئی اور انہیں معاذ اللہ راسپوٹین جیسا کردار ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ کہا گیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سو سے زائد شادیاں کیں۔ کسی خاتون سے شادی کرتے اور چند دن بعد اسے طلاق دے دیتے اور پھر کسی

اور سے نکاح کر لیتے۔ یہ ایسی گھناؤنی تہمت ہے جسے قرآن مجید کے حکم کے مطابق سنتے ہی مسترد کر دیا جانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالی ہے: لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ. ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب انہوں نے یہ بات سنی تھی، تو مومن مرد و عورت اپنے دل میں اچھا گمان کرتے اور کہہ دیتے کہ یہ تو کھلی تہمت ہے۔(النور24:12)

افسوس کہ روایت پرستی کے سبب بعض لوگ اس تہمت پر یقین کرتے ہیں، اس وجہ سے مناسب ہو گا کہ ان روایات کا بھی جائزہ لے لیا جائے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے کثیر النکاح ہونے سے متعلق جتنی بھی روایات ہیں، وہ سب انہی واقدی، ہشام کلبی اور ابن جعدبہ سے مروی ہیں۔(مزید تحقیق کے لیے دیکھیے: علی محمد محمد الصلابی۔ امیر المومنین الحسن بن علی بن ابی طالب: شخصیتہ و عصرہ۔ ص 27-28۔ قاہرہ: دار التوزیع)۔ یہ روایات بھی حدیث یا تاریخ کی کسی مستند کتاب میں نہیں بلکہ ابن ابی الحدید، ابو طالب مکی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ عرب عالم ڈاکٹر صلابی نے نہایت تفصیل کے ساتھ ان روایات کا تجزیہ کر کے ان کا ضعف بیان کیا ہے۔ یہاں ہم یہ اسناد درج کر رہے ہیں: روی المدائني عن أبن جعدبة عن ابن أبي مليكة، عن محمد بن عمر (الواقدي) أنبأنا عبد الرحمن بن أبي الموال، م عن محمد بن عمر حدثنا عبد الله بن جعفر، عن عبد الله بن حسن قال، حدثني عباس بن هشام الكلبي عن أبيه عن جده عن أبي صالح۔

آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ روایتیں بیان کرنے والے کون لوگ ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کردار کشی کی، ویسے ہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کردار کشی میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سو سے زائد شادیاں کی ہوتیں تو ان کی اولاد کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہونی چاہیے تھی جبکہ ایسا نہیں ہے۔ چند دن کے تعلق میں بھی حمل ٹھہر ہی جاتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرات امامین حسنین رضی اللہ عنہما سے سلوک، اس معاملے میں ابنِ سبائی راویوں نے کوئی ایسی روایت وضع نہیں کی، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی برا سلوک کیا ہو۔ اس کے برعکس تاریخی روایات حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت معاویہ رضی اللہ

عنہم کے باہمی تعلقات کے روشن رخ سے پر ہیں۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی تو حضرت امام حسین، اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے، انہیں خوش آمدید کہتے اور عطیات دیتے۔ ایک ہی دن میں حضرت معاویہ رضی اللہ نے انہیں بیس لاکھ درہم دیے۔ (ابن عساکر۔ 59 / 193)۔ ابو مخنف لکھتے ہیں: معاویہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہما کو ہر قسم کے تحفوں کے علاوہ دس لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ (ابو مخنف۔ مقتل الحسین علیہ السلام مطبعہ امیر)

کیا یہ رقم سیاسی رشوت تھی؟ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی رقم بطور عطیہ کیوں دی جاتی تھی؟ بعض ناقدین اسے "سیاسی رشوت" قرار دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالی سے اس بات کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سیاسی رشوت دینے اور حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم پر سیاسی رشوت لینے کی تہمت لگائی جائے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عرب معاشرے میں خاندان کے سائز کی اہمیت غیر معمولی تھی اور اسی سے سماجی رتبے کا تعین ہوتا تھا۔ بچوں کی شادیاں جلد ہو جاتیں جس کی وجہ سے ایک ایک شخص کے پندرہ بیس بچے ہونا معمولی بات ہوتی تھی۔ 30-35 برس کی عمر میں انسان دادا اور نانا بن جاتا تھا۔ عربوں کی جوانی کی عمر بھی طویل ہوتی تھی۔ یہ صورتحال عام تھی کہ 70-75 برس کی عمر کے لوگ جسمانی اعتبار سے اتنے فٹ ہوتے تھے کہ وہ گھوڑوں اور اونٹوں پر دور دراز سفر کر کے جنگوں میں قیادت کرتے۔ ان کے بیٹے پچاس کے پیٹے میں ہوتے، پوتے تیس کے اور پڑپوتے ٹین ایجر ہونے کے دوران ہی صاحب اولاد ہوتے تھے۔ اس طرح سے ایک شخص ہی کی فیملی میں دو اڑھائی سو افراد معمول کی بات تھی۔ خاندان صرف انہی افراد تک محدود نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ ڈھیروں کی تعداد میں غلام اور لونڈیاں بھی ہوتے جن کے ساتھ غلاموں والا نہیں بلکہ فیملی ممبر کا سا سلوک ہوتا۔ انہی غلاموں کو جب آزاد کر دیا جاتا تو ان کا سماجی رتبہ بلند کرنے کے لیے انہیں خاندان کا باقاعدہ حصہ قرار دے دیا جاتا۔ یہ لوگ "موالی (واحد مولی)" کہلاتے

تھے۔ اس خاندان کے علاوہ معاشرے کے غرباء کی کفالت بھی انہی خاندانی سربراہوں کے ذمہ ہوتی تھی۔ طبقات ابن سعد میں ہر ہر خاندان کے مشہور لوگوں اور ان کے موالی کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

اتنے بڑے خاندان اور دیگر غرباء کی کفالت کے لیے ظاہر ہے کہ بہت بڑی رقم کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ ایسا نہیں تھا کہ یہ سب لوگ فارغ بیٹھ کر اپنے خاندان کے سربراہ پر بوجھ بنتے تھے بلکہ یہ سب اپنی خاندانی جائیداد پر کام کرنے کے علاوہ تجارت کیا کرتے تھے۔ قومی ضروریات جیسے جنگ وغیرہ کی صورت میں خاندان کے سربراہ کا فرض تھا کہ وہ اپنے خاندان کے تندرست لوگوں کو لے کر سرکاری فوج کا حصہ بنے۔ خلفاء راشدین نے دولت کی تقسیم کا طریقہ یہ نکالا تھا کہ سرکاری آمدنی کو خاندان کے سربراہ کو دے دیا جاتا اور وہ پھر اسے اپنے خاندان کے لوگوں میں تقسیم کرتا۔ اس تقسیم میں اگر کسی کو شکایت ہوتی تو وہ براہ راست گورنر یا خلیفہ کو شکایت کر سکتا تھا۔ اس کے لیے ہر خاندان کے سربراہ کے پاس رجسٹر ہوتے تھے جن میں اہل خاندان کا اندراج ہوتا تھا۔ انہی رجسٹروں کی مدد سے "علم الانساب" کی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی تقسیم دولت کے اس نظام کو جاری رکھا۔ آپ کے دور میں چونکہ مسلمانوں کی حکومت اس وقت کی معلوم دنیا کے ساٹھ فیصد رقبے پر پھیل گئی تھی، اس وجہ سے یہ دولت بھی بہت زیادہ ہوتی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اس دولت کو اکٹھا کرنے میں کسی پر ظلم کیا جاتا تھا۔ اس آمدنی کے بڑے ذرائع دو تھے: جب مسلم افواج نے قیصر و کسری اور دیگر بادشاہوں کے علاقے فتح کیے تو ان لوگوں نے جو دولت کے انبار لگا رکھے تھے، وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ یہ ان ممالک کے سرکاری خزانے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان ممالک کی سرکاری زمینیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ مسلمانوں نے ان ممالک کے باشندوں سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ زمینوں پر کام کریں اور پیداوار کا نصف یا تہائی حصہ بطور خراج سرکاری خزانے میں داخل کریں۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ افغانستان سے لے کر مراکش تک کی زمینوں کی آمدنی کتنی ہوگی۔ ہر علاقے کی آمدنی کو اسی علاقے کے لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا اور اس کا ایک حصہ مرکز کو بھیجا جاتا۔ پھر یہی آمدنی مرکز کے مسلمانوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو یہ بات معلوم و معروف ہے کہ انہیں جو عطیات ملتے، اس میں سے بہت کم وہ اپنی ذات پر خرچ کرتے اور زیادہ تر رقم عام لوگوں کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔ ان حضرات نے سیاسی معاملات سے کنارہ کشی کر کے خود کو لوگوں کی دینی تربیت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان علمی خدمات کے انجام دینے کے ساتھ ساتھ جب ضرورت پڑتی تو یہ سیاسی میدان میں بھی اتر آتے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک بڑی مہم تیار کی جس کا مقصد قیصر روم کے دار الحکومت "قسطنطنیہ" کو فتح کرنا تھا۔ اس لشکر میں حضرت حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ ساتھ بزرگ صحابی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اگرچہ قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا لیکن اس مہم سے قیصر روم پر مسلمانوں کا زبردست رعب بیٹھ گیا۔ دوران محاصرہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ان کی وصیت کے مطابق قسطنطنیہ کی فصیل کے باہر دفن کر دیا۔ یہ مزار آج تک استنبول میں موجود ہے۔

محترم قارئین کرام: اس تفصیل کو مد نظر رکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ تمام صحابہ یک جان کئی قالب تھے۔ ان میں کوئی بغض نہیں پایا جاتا تھا اور سب أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل) کی تصویر تھے۔ غالی راویوں نے بعد میں اپنے سیاسی مقاصد کے لیے داستانیں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دیں جس سے یہ لگتا ہے کہ حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے بس مجبوراً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ورنہ معاذ اللہ ان کے دل ایک دوسرے کے لیے بغض اور کینہ سے بھرے پڑے تھے۔ یہ تصویر ہرگز حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے شایان شان نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آل رسول رضی اللہ عنہم کا دشمن کہنا کھلی گمراہی ہے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو اہل بیت سے محبت کرتے، ان کی خدمت میں تحائف بھیجا کرتے حتیٰ کہ وظائف بھی پیش کیا کرتے تھے۔ جن کے سینے صحابی رسول کے بغض سے ابل رہے ہیں وہ بتائیں کہ:

کیا "آل رسول رضی اللہ عنہم کے دشمن" انہیں تحائف بھیجا کرتے ہیں؟

کیا "آل رسول رضی اللہ عنہم کے دشمن" اہل بیت کے ساتھ صلہ رحم اور رفق کا حکم دیتے ہیں؟

ہر گز نہیں بلکہ آل رسول کے دشمن تو وہ ہیں جنہوں نے کربلا میں آل رسول رضی اللہ عنہم پر ستم ڈھائے اور انہیں بے دردی سے شہید کیا۔ جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تادم حیات آل رسول رضی اللہ عنہم اور نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ادب واحترام کیا۔

محترم قارئین: اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ↓

فرق مراتب بے شمار

اور حق بدست حیدر کرار

مگر معاویہ بھی ہمارے سردار

طعن ان پر بھی کار فجار

جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذ باللہ حضرت علی اسد للہ رضی اللہ عنہ کے سبقت واوّلیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی اور جو حضرت علی اسد للہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ونسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی ہے یہی روش آداب بحمد للہ تعالیٰ ہم اہل توسط و

اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے ۔(فتاوی رضویہ جلد 10 صفحہ 201 قدیم ایڈیشن)،(فتاویٰ رضویہ، جلد10، صفحہ 199، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاھور، چشتی)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مرتبہ کا فرق شمار سے باھر ہے۔ اگر کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت امام المسلمین مولا علی مشکل کُشاء رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کو گرائے وہ ناصبی یزیدی ہے۔ اور جو مولا علی شیر خُدا رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرے وہ زیدی شیعہ ہے۔ الحمد للہ ہمارا اہلسنت کا مسلک مسلکِ اعتدال ہے جو ہر صاحبِ فضل کو بغیر کسی دوسرے کی تنقیص و توہین کے مانتا ہے۔ آج کے جاہلوں نے محبتِ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کیلئے بُغضِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرط بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آل واصحاب کی محبت میں موت عطا فرمائے آمین۔

یہ ہیں وہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزشوں پر گرفت کریں گے جنہیں جہنّم میں اوندھے منہ گرایا جائے گا

محترم قارئین کرام:

آج کل سوشل میڈیا پر ایسا لگتا ہے کچھ لوگوں کے نزدیک حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرات اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی محبتیں اس وقت تک نامکمل ہیں جب تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات کو نشانہ طعن نہ بنالیا جائے۔ کسی کی تعریف کرنے کے لیے کسی کی

توہین کرنے کی یہ بد ترین مثال ہے جو بیمار مزاجی کی علامت ہے۔ اب تو حد ہو گئی ہے کہ سنیوں کے لبادے میں چھپے رافضیوں نے شیعوں کے گھسے پٹے اور رٹا رٹائے اعتراضات کا طومار باندھ دیا ہے۔ تقریباً یہ انتالیس اعتراضات اس وقت اس بحث کے متعلق سب سے زیادہ سرخیوں میں ہیں اور واٹس ایپ اور فیس بک پر گردش کر رہے ہیں۔ ان اعتراضات میں کمال چابک دستی سے نہ صرف یہ کہ حدیث کی کتابوں میں خیانت سے کام لیا گیا ہے بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ کفریات بھی منسوب کر دیے گئے ہیں جیسے بالترتیب اعتراض نمبر 9، 10 اور 13 میں ہے:

(9) احکام قرآن کی مخالفت کروانا اور صحابہ کو حرام کھانے کی ترغیب دینا ایک دوسرے کا قتل جائز قرار دینا۔ (صحیح مسلم شریف 4776) اس پر کتنا ثواب ہو گا؟

(10) سود کو اعلانیہ جائز قرار دینا۔ (صحیح مسلم 4061) اس پر اجر کتنا ملے گا؟

(13) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دھوکے باز کہنا۔ (بخاری شریف، شرح مشکل الاثار امام طحاوی جلد 2 صفحہ 54) اس پر ثواب؟

یعنی اس مضمون کے لکھنے والوں کا مقصد یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حرام کھانے کی ترغیب دیتے تھے، ایک دوسرے کے قتل اور سود کو جائز قرار دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دھوکے باز کہتے تھے۔ استغفر اللہ العظیم۔

مندرجہ بالا بالا عبارتوں کی تلاش میں لگیے تو مسلم، بخاری اور شرح معانی الآثار میں دور دور تک ان مفاہیم کا سراغ نہیں ملے گا۔ اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ علمی دنیا میں نہ خیانت کرنے والوں کی کوئی کمی رہی اور نہ اپنی مطلب برآری کے لیے افترابازی کرنے والوں کی، لیکن الحمدللہ جب جب ایسے افترا باز ننگے ہوئے ہیں، یہ پایا گیا کہ ان کا تعلق کسی باطل جماعت یا گم گشتہ راہ فرقے سے ہے۔ امید نہ تھی کہ اپنے آپ کو جماعت حق اہل سنت و جماعت سے وابستہ

گردانئے والے دشمنانِ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس قدر بے ایمانی پر اتر آئیں گے کہ صحابی رسول کی دشمنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھی جھوٹ منسوب کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔

کون نہیں جانتا کہ یہ تمام باتیں ازروئے شرع کفریات کی فہرست میں آتی ہیں لیکن کون تاریخ نہیں جانتا آج تک کسی غالی قسم کے رافضی نے بھی ان باتوں کو بنیاد بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی تکفیر نہیں کی۔

اس کی پانچ وجہیں ہو سکتی ہیں:

(1) یا تو خود معترضین کے نزدیک بھی یہ اعتراضات بے بنیاد ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا بھرم بچانے کے لیے ان کی تکرار تو کرتے رہتے ہیں لیکن علمی طور پر ان کو سند بنا کر اپنا مدعا حاصل نہیں کر پا رہے ہیں۔

(2) یا یہ اعتراض کرنے والے اتنے جاہل ہیں کہ انہیں اعتراض تو سجھائی دے رہا ہے لیکن اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کر پا رہے ہیں بلکہ عقلیں ماری گئی ہیں کہ اتنے زبردست کفریہ اعتراضات کے باوجود حضرت امیر معاویہ کو "حضرت" اور "صحابی رسول" ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جبکہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر جانتے ہوئے ادباً "حضرت" کہتے ہیں تو خود اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

(3) تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ امت آج تک امیر معاویہ کے ان کفریات سے یا تو دیدہ ودانستہ اغماض کرتی رہی اور پہلی بار اچانک یہ حق پسند جماعت حرکت میں آئی جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا چاہتی ہے۔

(4) چوتھی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان چند کثیر المطالعہ معترضین کے علاوہ کسی بھی حدیث داں یا تاریخ داں کی ان ماٰخذ تک آج تک رسائی نہیں ہو سکی۔

(5) یا پھر یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ ان حضرات کی قوت فہم اتنی تیز ہے کہ بخاری ومسلم سب پڑھتے پڑھاتے رہے لیکن محولہ بالا حدیثوں کا جو مفہوم انھوں نے سمجھا، آج تک کوئی شیخ الحدیث نہ سمجھ سکا۔

عقلوں پر ماتم کا موقع یہ ہے کہ اگر یہ درج بالا کفریات ثابت ہیں تو پھر یہ حضرات دوسری فضولیات کی بجائے صرف اسی پر اپنا کل زور کیوں نہیں صرف کرتے کہ ایک بار میں حضرت امیر معاویہ کا کفر ثابت ہو جائے اور اسی کے ساتھ سرے سے مسئلہ ہی ختم ہو جائے۔ سچ ہے: خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

موقع کی مناسبت سے اعتراضات کے اس طومار میں سے اعتراض نمبر 7 کی بے ایمانی دیکھتے چلیے، اعتراض ہے: حضرت علی کو منبروں پر گالیاں دینا جس کے متعلق ام المومنین سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ کو گالیاں دیتے ہو کیوں کہ علی کو گالی دینا رسول اللہ کو گالی دینا ہے۔ (صحیح بخاری 4251) (ترمذی 3712، مسند الاحاکم 4744، چشتی) (مسند ابی یعلی 7013) (المعجم الصغیر الطبرانی 882، نسائی الکبری 8476) اس پر کتنا اجر ملے گا؟

یعنی معاذ اللہ رب العالمین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبروں پر حضرت مولائے کائنات کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ سنن کبری میں منقول یہ پوری حدیث پڑھیے اور پھر بتائیے کہ اس میں کس لفظ سے یہ غیب سمجھ میں آرہا ہے کہ یہ حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے اور حضرت ام المومنین کے مخاطب آپ رضی اللہ عنہ ہیں؟

عن أبي عبد الله الجدلي قال دخلت على أم سلمة فقالت أيسب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيكم فقلت سبحان الله أو معاذ الله قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سب عليا فقد سبني۔ (السنن الکبری للنسائی)

اہل ایمان دیکھ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں کہیں سے کہیں تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں، بلکہ یہ حدیث مطلق ہے اور غالب گمان ہے کہ یہ اس زمانے کی خوارج کی کارستانی ہو گی، جس سے حضرت امیر معاویہ کا دامن صاف ہے۔

دراصل جب کسی کے دل میں بغض کی بیماری جڑ پکڑ لیتی ہے تو پھر وہ یوں ہی بے ایمانیوں کے گل کھلاتی ہے۔ اب ابھی وقت ہے کہ ایک صحابیِ رسول کی کردار کشی کر کے اپنی عاقبت کو داؤ پر نہ لگایا جائے اور ان حضرات عالیہ علیہ کے معفو عنہا مشاجرات کو دور قیامت کی جاہل عوام کے درمیان ایشو بنا کر نہ پیش کیا جائے تاکہ نہ رازہائے سربستہ کھلیں اور نہ کسی کی رسوائیاں ہوں۔ نہ خود کی عاقبت برباد ہو اور نہ دوسروں کی گم راہ گری کا سامان۔

اس موضوع کے متعلق مطالعہ کے دوران ذخیرہ کتبِ احادیث میں ایک ایسی حدیث پاک نظر نواز ہوئی، جس نے دماغ کی بتیاں روشن کر دیں اور آزمائش بھرے موجودہ حالات کی ایسی سوفیصدی عکاسی کہ یہ عکاسی صرف غیب داں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا ہی حصہ ہو سکتی ہے، دیدہ عبرت کے ساتھ پڑھیے: امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن عساکر کی حدیث ہے، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تکون لاصحابي زلّۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم معي ثم یأتي قوم بعد ھم یکبھم اللہ علی مناخر ھم في النار۔

ترجمہ: میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزوجل اُس سابقہ کے سبب معاف فرمادے گا جو اُن کو میری بارگاہ میں ہے لیکن پھر اُن کے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ ان کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔ یہ ہیں وہ کہ صحابہ کی لغزشوں پر گرفت کریں گے۔ (المعجم الاوسط الجزء الثالث صفحہ نمبر 300، حدیث نمبر 3219 مطبوعہ دارالحرمین، چشتی)، (مجمع الزّوائد و منبع الفوائد الجزء السّابع کتاب الفتن حدیث نمبر 12020 دارالکتب علمیہ بیروت)، (فتاویٰ رضویہ، کتاب الشتی، جلد 29 صفحہ 281)

فقیر نے جب سے یہ حدیث پڑھی ہے نہ صرف موجودہ مسئلہ کا فلسفہ سمجھ میں آگیا ہے بلکہ مسئلہ معاویہ میں پڑے فریق کا آخری انجام بھی روشن روشن ہو گیا ہے۔ سچ یہ ہے یہ حدیث اس مسئلے میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے جس کے بعد آزمائشوں کی گنجائش تو ہے، بحثوں کی نہیں۔ ہوش و حواس کی سلامتی اور فکر آخرت کے ساتھ جو بھی اس حدیث کا مطالعہ کرے گا، اگر واقعی اپنی آخرت کے تئیں وہ سنجیدہ ہے تو اس مبحث سے اپنا دامن بچانے میں ہی عافیت

جانے گا۔ ہاں! جس کا مقدر آزمائش ہے، وہ بہر حال چہ مگوئیاں کرے گا اور جیسا کہ فی الوقت لوگ کر رہے ہیں، کرتا رہے گا یہاں تک کہ بفرمان حدیث۔ العیاذ باللہ تعالی۔ جہنم میں اوندھا جا گرے گا۔

ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیں! کیا دنیا کو یہ زمینی حقیقت باور نہیں کہ جس جذبے کے ساتھ یہ امت نسبت رسول کی بنیاد پر ایک ایک آل رسول پر جان فشانی کرتی رہی ہے، اسی جذبے کے ساتھ صحبت رسول کی بنیاد پر ایک ایک صحابی رسول کی عظمتوں پر بھی تو پہرہ دیتی رہے گی۔ اس حقیقت کے ادراک کے باوجود اس مسئلے میں دل خراش بحثوں کا کیا صاف مطلب خود فریبی نہیں؟

خدارا! اب بس کریں، امت پہلے سے بڑی آزمائشوں میں گھری ہے، مزید اس کا امتحان نہ لیں، نمائش کی بجائے، حقیقی طور پر آپ کا اپنا جو بھی علمی موقف ہے، اگر آپ کا دل اس پر مطمئن ہے، آپ تمام تر مطلوبہ علمی صلاحیتوں سے لیس ہیں اور اس کے بعد آپ کو لگتا ہے کہ وہ آپ کی نجات میں مخل نہیں ہو گا تو آپ کو مبارک۔

ورنہ عقل مندی یہ ہے کہ اپنا مزید نقصان کرنے اور امت کو مزید آزمائش میں ڈالنے سے پہلے ہی اس مسئلے میں ماضی قریب کے عظیم عاشق رسول، عبقری عالم دین، توفیق یافتہ مفتی، اعلی حضرت امام رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل محتاط ترین فتاوی کو اپنے لیے فیصلہ کن اور حکم بنالیں، جن میں ایک طرف تعلیمات حدیث کا نچوڑ ہے تو دوسری طرف اکابر کے علمی اختلافات کا فیصلہ کن انداز میں بہترین خلاصہ بھی ہے۔ آج نہ سہی، کل جب بھی ہم سنجیدگی کے ساتھ ان فتاوی کے مفاہیم و مطالب پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے، ان کو ایک توفیق یافتہ قلم کا فیضان گرداننے پر مجبور ہوں گے۔ آپ لکھتے ہیں اور کیا خوب لکھتے ہیں: اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرت میں خوض ممنوع، حدیث میں ارشاد: اذاذکر اصحابی فامسکوا۔ (المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۱۴۲۷، چشتی)

ترجمہ: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے، (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔

اللہ عزوجل کہ عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دو قسمیں فرمائیں: مومنین قبل الفتح، جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ وجہاد کیا اور مومنین بعد الفتح، جنھوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ: لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ۔ (القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰) تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا۔ اور ساتھ ہی فرمادیا: وکلا وعد للہ الحسنی۔ (القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰) دونوں فریق سے للہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: وللہ بما تعملون خبیر۔ (القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰) اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے، یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے باایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھیے کہ مولی عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا، اُس کے لیے کیا فرماتا ہے: ان الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئک عنہا مبعدون لایسمعون حسیسہا وھم فیما اشتھت انفسھم خٰلدون لایحزنہم الفزع الاکبر وتتلقّھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون۔ (القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱و۱۰۳) بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا، وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، اُنھیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کر سکتا ہے، نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بفرض غلط کچھ بھی کیا، تم حاکم ہو یا اللہ؟ تم زیادہ جانو یا اللہ ؟ انتم اعلم ام للہ ۔ (القرآن الکریم ۲/ ۱۴۰) کیا تمھیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالے کو؟ دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرماچکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔ اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ

"حضرت" کہا جائے گا، ضرور "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے۔ ولو کرہ المجرمون۔ (القرآن الکریم ۸/۸) اگرچہ مجرم بُرا مانیں۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، جلد نمبر 29، چشتی)

ایک جگہ درج بالا آیات کریمہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان للہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے، للہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعض معاملات، جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں، ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا، اہل اسلام کا کام نہیں، رب عزوجل نے اُسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا: واللہ بما تعملون خبیر۔ (القرآن الکریم ۵۷/۱۰) اور اللہ تعالیٰ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کروگے۔ باایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔ اس کے بعد کوئی بکے، اپنا سر کھائے، خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: ومن یکون یطعن فی معاویۃ فذالک کلب من کلاب الھاویۃ۔ (نسیم الریاض الباب الثالث) جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، جلد نمبر 29)

اسی میں ہے: اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطا، خطائے اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطائے اجتہادی دو قسم ہے: مقرر و منکر۔ مقرر وہ جس کے صاحب کو اُس پر برقرار رکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا۔ اور منکر وہ جس پر انکار کیا جائے گا جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا، باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مداخلت حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، جلد نمبر 29، چشتی)

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعلق سے کلامی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت مرتضوی امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے جنھوں نے مشاجرات و منازعات کیے اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ وزبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولی علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہم اہل سنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی مانتے اور ان سب کو مورد لغزش بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللہی کو بدر جہاان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب وفضائل میں مروی ہیں) زبان طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انھیں ان کے مراتب پر جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے، رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔ اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہل سنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، جلد نمبر 29)

مجھے لگتا ہے جو بھی علم دوست، اصلاح پسند، سنجیدہ فکر، مولائے کائنات کی حقیقی محبتوں کا امین، اہل بیت کرام سے مخلصانہ محبت رکھنے والا مسلمان درج بالا فتاوی کا بہ نگاہ انصاف مطالعہ کرے گا، ضرور اپنی عاقبت کی فکر کرتے ہوئے اہل سنت کے معتدل مذہب کی طرف رجوع لائے گا اور اسی موقف کو راہ نجات سمجھے گا۔ ہاں! بموجب حدیث جس کے مقدر میں آزمائش لکھ دی گئی ہے، بہر حال گھر کر رہے گا۔

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میرے صحابہ کو برا نہ کہو

محترم قارئینِ کرام: شرفِ صحابیت کالحاظ لازم ہے خوب یاد رکھئے صحابیت کا عظیم اعزاز کسی بھی عبادت وریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر ہمیں کسی مخصوص صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت نہ بھی ملے تب بھی بلاشک وشبہ وہ صحابی محترم ومکرم اور عظمت وفضیلت کے بلند مرتبے پر فائز ہیں کیونکہ کائنات میں مرتبۂ نبوت کے بعد سب سے افضل واعلیٰ مقام ومرتبہ صحابی ہونا ہے۔

صاحب ِ نبراس علّامہ عبد العزیز پرہاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یاد رہے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سابقہ انبیائے کرام علیہم السّلام کی تعداد کے موافق (کم وبیش) ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث موجود ہیں وہ چند حضرات ہیں اور باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا صحابی ہونا ہی کافی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی صحبتِ مبارکہ کی فضیلت عظیمہ کے بارے میں قراٰنِ مجید کی آیات اوراحادیثِ مبارکہ ناطِق ہیں، پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ بھی ہوں یا کم ہوں تو یہ ان کی فضیلت وعظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے۔ (الناھیۃ صفحہ نمبر38، چشتی)

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي. فَلَوْ أَنَّ أَحَدَکُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيْفَهُ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برامت کہو، پس اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تب بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھریا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاري في الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلا، 3 / 1343، الرقم: 3470)، (صحیح بخاری مترجم اردو جلد دوم صفحہ نمبر 613، 614 مطبوعہ پر گریسو بکس اردو بازار لاہور) (والترمذي في السنن، کتاب المناقب، باب: (59)، 5 / 695، الرقم:

3861، چشتی)(أبو داود في السنن، كتاب السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، 4/214، الرقم:4658)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے صحابہ گالی مت دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔(مسلم في الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة، 4/1967، الرقم:2540، والنسائي في السنن الكبرى، 5 / 84، الرقم: 8309، وابن ماجه في السنن، المقدمة، باب فضل أهل بدر، 1 / 57، الرقم: 161، چشتی)

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ۔

ترجمہ: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سے جو بُرا (یعنی صحابہ کو بُرا کہتا) ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔(ترمذی، باب فیمن سب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، حدیث نمبر ۳۸۶۶)

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ"۔

ترجمہ: اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں، ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر، جس نے ان کو

ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی، اور جس نے اللہ کو ایذادی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑلے۔(ترمذی، باب فیمن سب أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۶۶۲)

شریعت میں صحابی وہ انسان ہے جو ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا۔(اشعۃ اللمعات، ج4، ص 641)

قرآن وحدیث اور تمام شرعی احکام ہم تک پہنچنے کا واحد ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی درس گاہ کے صادق وامین اور متقی وپرہیز گار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اگر مَعَاذَ اللہ ان ہی سے امانت و دیانت اور شرافت و بزرگی کی نفی کردی جائے تو سارے کا سارا دین بے اعتبار ہو کر رہ جائے گا، اس لئے اس حدیثِ پاک میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے صحابہ کی عظمت کو یوں بیان فرمایا کہ ان کی برائی کرنے سے منع فرمایا اور ان کے صدقہ وخیرات کی اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبولیت کو بھی ذکر فرمایا چنانچہ لَاتَسُبُّوا اَصْحَابِي حدیثِ پاک کے اس حصے کے تحت فقیہ ومحدّث علّامہ ابن الملک رومی حنفی علیہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات:854ھ) فرماتے ہیں: اس میں صحابہ کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے، جمہور (یعنی اکثر علما) فرماتے ہیں: جو کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھی بُرا کہے اسے تعزیر اً سزا دی جائے گی۔(شرح مصابیح السنۃ ج6، ص395، تحت الحدیث:4699، چشتی)

فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ ۔۔۔ شارحین نے اگرچہ اس کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں لیکن شارحِ بخاری امام احمد بن اسماعیل کورانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: 893ھ) فرماتے ہیں: سیاقِ کلام سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ مقام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت کے شرف کی وجہ سے ملا ہے۔(الکوثر الجاری، ج6، ص 442، ، تحت الحدیث:3673)

شارحِ حدیث حضرت علامہ مُظہر الدین حسین زیدانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات:727ھ) اسی حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: صحابہ کی فضیلت محض "رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صحبت" اور "وحی کا زمانہ پانے" کی وجہ

سے تھی، اگر ہم میں سے کوئی ہزار سال عُمر پائے اور تمام عُمر اللہ پاک کے عطا کردہ احکام کی بَجا آوری کرے اور منع کردہ چیزوں سے بچے بلکہ اپنے وقت کا سب سے بڑا عابد بن جائے تب بھی اس کی عبادت نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے ایک لمحہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتی۔ (المفاتیح فی شرح المصابیح، ج6، ص286، تحت الحدیث:4699)

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی میرا صحابی قریبًا سوا سیر جَو خیرات کرے اور ان کے علاوہ کوئی مسلمان خواہ غوث وقطب ہو یا عام مسلمان پہاڑ بھر سونا خیرات کرے تو اس کا سونا قربِ الٰہی اور قبولیت میں صحابی کے سوا سیر کو نہیں پہنچ سکتا، یہ ہی حال روزہ، نماز اور ساری عبادات کا ہے۔ جب مسجدِ نبوی کی نماز دوسری جگہ کی نمازوں سے پچاس ہزار گنا ہے تو جنہوں نے حضورِ اکرم (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کا قُرب اور دیدار پایا ان کا کیا پوچھنا اور ان کی عبادات کا کیا کہنا! یہاں قربِ الٰہی کا ذکر ہے۔ مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضراتِ صحابہ کا ذکر ہمیشہ خیر سے ہی کرنا چاہئے کسی صحابی کو ہلکے لفظ سے یاد نہ کرو۔ یہ حضرات وہ ہیں جنہیں رب نے اپنے محبوب کی صحبت کے لئے چُنا، مہربان باپ اپنے بیٹے کو بُروں کی صحبت میں نہیں رہنے دیتا تو مہربان رَبّ نے اپنے نبی کو بُروں کی صحبت میں رہنا کیسے پسند فرمایا؟۔ (مراٰۃ المناجیح، ج8، ص335، چشتی)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا انعام حضرت عبد الرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والد فرماتے ہیں: میں چالیس ایسے تابعینِ عظام کو ملا جو سب ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو میرے تمام صحابہ سے محبت کرے، ان کی مدد کرے اور ان کے لئے اِستغفار کرے تو اللہ پاک اُسے قیامت کے دن جنّت میں میرے صحابہ کی مَعِیَّت (یعنی ہمراہی) نصیب فرمائے گا۔ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، ج2، ص1063، حدیث:2337)

سارے صحابہ عادل ہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کیلئے یہ ایک ہی آیت کافی ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ- رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ- ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ11، سورہ التوبۃ:100)

علامہ ابوحَیّان محمد بن یوسف اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (وفات:745ہجری) فرماتے ہیں: وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ سے مراد تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ (تفسیر البحر المحیط، ج5، ص96، تحت الآیۃ المذکورۃ)

یاد رہے سارے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل ہیں، جنتی ہیں ان میں کوئی گناہ گار اور فاسق نہیں۔ جو بدبخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے، وہ مَرْدُود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ درج ذیل حدیثِ پاک کو دل کی نظر سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرے، چنانچہ حضرت عبدُاللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا تو اس نے میرے بُغض کی وجہ سے ان سے بُغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ پاک کو ایذا دی اور جس نے اللہ پاک کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ پاک اس کی پکڑ فرما لے۔ (ترمذی، جلد نمبر5، صفحہ نمبر463، حدیث نمبر:3888)۔ (طالبِ دعا و دعا گو ڈاکٹر فیض احمد چشتی)۔